ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
۲۱ر ستمبر ۱۹۹۲ء

- تاریخ ساز فیصلہ جس نے پاکستان کو دوراہے پر لا کھڑا کیا!
- انتہا پسند ایران میں بھی صدر رفسنجانی کے لئے خطرہ ہیں؟
- افراط زر نے ترکی لیرے کو لیرے لیرے کر دیا ہے

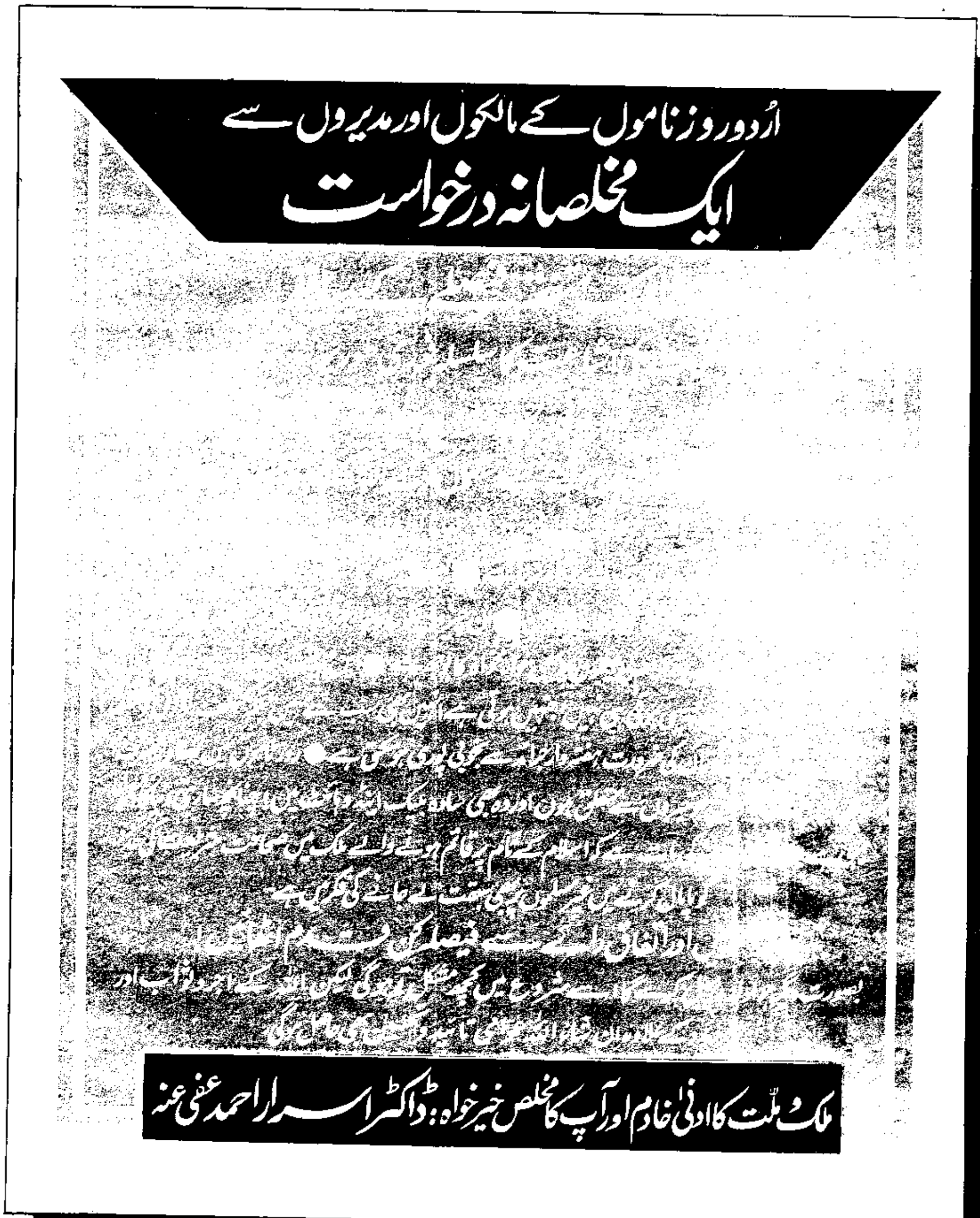

اُردو روزناموں کے مالکوں اور مدیروں سے

ایک مخلصانہ درخواست

ملک و ملت کا ادنیٰ خادم اور آپ کا مخلص خیرخواہ: ڈاکٹر اسرار احمد عفی عنہ

ڈاکٹر صاحب کی ان تھک کاوش و کوشش حیران کن صورت میں قابل ستائش ہے کہ بوڑھی جان اس قدر لمبی دوڑ کس معجزانہ قوت سے نباہ رہی ہے ۔ داد دینے پر آمادہ تھا کہ امین احسن اصلاحی صاحب کا "تدبر" سامنے آگیا ۔ وہ بھی تبحر عالم تسلیم کئے جاتے ہیں۔

"تدبر" سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب اور مدیر تدبر دونوں حضرات مولانا مودودی مرحوم کے حلقہ بگوش بیس سال کے قریب رہے ۔ بعد میں ترک تعاون کر لیا۔ مودودی صاحب جہاں تک مجھے معلوم ہے ' تصوف کے خلاف تھے ۔ بقول امین احسن اصلاحی صاحب وہ (مودودی صاحب) پیر بن بیٹھے تھے ' اس لئے ان کو چھوڑ دیا اور یہ بھی فرمایا کہ وہ جماعت اسلامی میں ازخود شامل نہیں ہوئے بلکہ شامل کر لئے گئے تھے۔ بہر حال اصلاحی صاحب اور ڈاکٹر صاحب ہر دو صاحبان مودودی درس میں شامل رہ چکے ہیں اور ترک تعلق میں بھی متفق ہیں ۔

مگر اب اصلاحی صاحب نے "تدبر" میں ڈاکٹر صاحب کی غیر معمولی تگ و دو کو " ڈھول بجانے والے" سے تشبیہ دی ہے جس کے گرد کچھ غیر ذمہ دار نوجوان بھنگڑہ ڈال رہے ہیں ۔ کچھ دن لونڈے ادرگرد رہیں گے' پیسے بھی مل جائیں گے اور کھیل جاری رہیگا بالآخر "ٹائیں ٹائیں فش"۔ ان نامانوس الفاظ کو میں نہیں سمجھ سکا' ڈاکٹر صاحب سمجھتے ہونگے ' ان سے پوچھ کر لکھیں "کہ یہ کیا اصطلاح ہے ؟"

مزید برآں اصلاحی صاحب نے لکھا ہے کہ ڈاکٹر صاحب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کررہے ہیں مگر مکہ کا دور پیچھے چھوڑ کر مدینہ کے دور میں داخل ہوگئے ہیں ' بیعت شہادت اور جہاد لے رہے ہیں اور خلافت کا غیر موسمی پرچار کررہے ہیں ۔ ڈاکٹر صاحب نے جس شغل میں دیوانہ وار اپنی جان کھپا دی ہے ' اصلاحی صاحب کی نظر میں بچوں کا کھیل ہے جو بے معنی ہے اور ڈھول و بھنگڑا کے مترادف ہے ۔

میں خود حیران ہونے کو تھا کہ اہل علم باہم مختلف کیوں ہیں ۔ مودودی صاحب ایک بڑی جماعت کے بانی ہیں اور عالمی شہرت کے مالک ہیں ' اصلاحی صاحب اور ڈاکٹر صاحبان بھی کسی صورت میں کم نہیں ۔ فرقہ وارانہ اختلاف بھی نمایاں نہیں ہے ' یہ صاحبان اولا مودودی صاحب کو راہ راست پر بزور دلائل لاتے ' مستعفی ہونے کا دباؤ ڈالتے اور دیگر حربوں سے مودودی صاحب کو غلط ثابت کرتے ۔ جماعت اسلامی کی اس صورت حال میں اصلاح کرتے یا اس جماعت کو کالعدم گردانتے

مولوی کوثر نیازی کی مردود جماعت ابھی تک زندہ ہے مگر علمائے دین باہمی موہوم کشمکش سے اپنی قوت کو توڑ لیتے ہیں ۔ حقیقتاً اسلامی دنیا میں خلفشار کا موجب عالم ہی ثابت ہورہے ہیں ۔ موت العالم موت العالم۔ باوجود علماء کی کثرت کے عالم مرچکا ہے ۔ جب عالم ناقابل تردید صورت میں مرچکا ہے تو علماء کی زندگی کا کیا ثبوت ہے ؟

علم ظاہر رہزن بر سالک است
ایں روایت حنبل وہم مالک است

علم کا ہمارے ملک میں بہت زور ہے۔ کئی قسم کے عالم ہیں۔ قلمکار اور کالم نگار ہیں ' بال کی کھال تو قلمکار اتار لیتے ہیں لیکن وہ مسلمہ صورت میں جاہل سیاستدانوں کے ماتحت ہیں ۔ع۔

علمیکہ راہ حق نہ نماید جہالت است

طوطوں کی طرح باتیں کرتے ہیں مگر مفہوم سے بے خبر ہیں ۔

قلندر جز دو حرف لا الہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

ڈاکٹر صاحب اپنے کسی رسالے میں میرا مضمون شائع کریں اور علماء کو چیلنج کریں کہ میرے محسوسات کا استدلال کے ساتھ جواب دیں۔ کیا مولوی نے اقبال کے خیال کی تصدیق پوری طرح کر نہیں دی ہے کہ "دین ملاں فی سبیل اللہ فساد"؟ مجھے تو صحاح ستہ کے نام بھی نہیں آتے تاہم علماء کو چیلنج ہے کہ میرے ساتھ دلیل و برہان میں بحث کرلیں ورنہ تمام فروعی اختلافات چھوڑ کر ایک عالم کی بیعت کر کے منظم ہو جائیں۔ اس بیعت کا لفظ انہیں زنبور کی طرح ڈس جاتا ہے حالانکہ پیروں کی بیعت کی مذمت کرتے ہیں اور خود بیعت لینے پر آمادہ بھی ہیں۔ یہ کسی پختہ کار اور محقق کی غلامی کیوں نہیں کرتے۔ عالموں نے اسلام کو بدنام کر دیا ہے ۔ اسلام کے نام انہی کی وجہ سے ملا ازم' بنیادیت پرستی' انتہا پسندی' رجعت پسندی اور قدامت پسندی وغیرہ رکھے گئے ہیں۔

خیر اندیش حکیم محمد شریف (اللہ والا) عقب D-131 سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

O

یہ ہمارے ایک بزرگ کا مکتوب ہے جو معمر بھی ہیں لیکن تنظیم و تحریک سے کوئی باضابطہ تعلق نہیں رکھتے ۔ ان کے قلبی کرب واضطراب نے ہمیں مجبور کر دیا ہے کہ ایک اوچھی حرکت کا ذکر اپنے پرچے میں لائیں جسے لونڈے تو ضرور تفنن طبع کے لئے مزے لے کر پڑھیں گے 'کوئی بھی سنجیدہ آدمی ایک نظر دیکھ کر ہی اسی نوع کی بیزاری محسوس کرے گا جو محترم مکتوب نگارنے کی۔ اس پر کسی تبصرہ کے بغیر ہم انہیں اور دلچسپی رکھنے والے دوسرے قارئین کو اطلاع دیتے ہیں کہ مولانا اصلاحی صاحب اور ان کے شاگردوں کی تحریروں کا مسکت جواب ہمارے بزرگ رفیق کار ' بھائی جمیل الرحمن بھولا والے نے اپنے طور پر ایک سو بیس صفحات کی ایک کتاب میں دیا تھا جس کے کچھ نسخے ابھی ان کے پاس موجود ہیں۔ ان کا مقصد کاروبار تھا نہ اب ہے چنانچہ ڈاک خرچ کے لئے صرف پانچ روپے کے ٹکٹ بھیج کر یہ کتاب مندرجہ ذیل پتے سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

شیخ جمیل الرحمن بھولا والے ۱۰۲ نیشنل سکوئر ۔ خیابان جامی سکیم نمبر۵۔ کراچی (مدیر)

سورۂ نور کی آیت استخلاف کے ضمن میں میں آپ کی توجہ "ندائے خلافت" کے شمارہ ۳۱ر اگست کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جس کے صفحہ ۱۲ پر امیر محترم کی تقریر کی غلط رپورٹنگ کی گئی ہے۔ رپورٹر صاحب فرماتے ہیں: " اللہ نے سورۂ نور کی آیت ۵۵ میں تین وعدے کئے لیکن ان کو دو شرائط کے ساتھ مشروط کیا ہے...... کہ وہ حقیقی طور پر ایمان لائیں' نیک عمل کریں اور رسول کی اطاعت کریں"

فقرے کے آخری حصے کا آیت مبارکہ میں کوئی ذکر نہیں بلکہ جو دو شرائط آیت مبارکہ میں بیان ہوئی ہیں وہ یہ ہیں یعبدونی لا یشرکون بی شیا"(

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

تاخلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور

جلد ۱ شمارہ ۳۵
۱۸ر ستمبر ۱۹۹۲ء

مدیر
اقتدار احمد

معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

یکے از مطبوعات
تنظیمِ اسلامی
مرکزی دفتر: ۶۷-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور

مقامِ اشاعت
۳۶- کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون:- ۸۵۶۰۰۳

پبلشر: اقتدار احمد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ، لاہور

قیمت فی پرچہ -/۳ روپے

سالانہ زرتعاون (اندرونِ پاکستان) -/۱۲۰ روپے

زرتعاون برائے بیرونِ پاکستان

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت	۱۶ر امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش	۱۲ر ″ ″
افریقہ، ایشیا، یورپ	۱۷ر ″ ″
شمالی امریکہ، آسٹریلیا	۲۰ر ″ ″

پورا پاکستان ان دنوں اس بارش کے اثرات کی لپیٹ میں ہے جو ہمارے کرتوتوں کی پاداش میں باران رحمت سے طوفان زحمت بن گئی ۔ یہ کارکنان قضاو قدر کی کارگزاری تو ہے ہی' ہمارے اپنے کارندوں کی مجرمانہ غفلت کا بھی اس میں دخل ہے ۔ اے اللہ! ہم پر رحم فرما' اپنی مہلت میں کچھ اور توسیع کردے اور اپنے ان بے بس و لاچار بندوں کو اس ابتلاء سے بچا جن کا قصور اتنا بڑا نہیں جتنا ان کا ہے جن کے عیش و آرام پر آفات سماوی کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ OO

افتتاحیہ

دگرگوں ہے جہاں' تاروں کی گردش تیز ہے ساقی!

ملک میں ان دنوں صورت حال پر ایک رنگ آتا ہے' ایک جاتا ہے... نئے سے نیا۔ سٹاک مارکیٹ میں مندا ہوا اور کاروبار سیاست میں اچانک تیزی آگئی ہے ۔ صحافت بھی پر پرزے نکالتی نظر آتی ہے ۔ سکینڈلوں کی بہار ہے' ہوش ربا انکشافات کی فصل لہلہارہی ہے۔ بالخصوص ہفت روزہ جرائد دون کی لینے لگے ہیں' لگتا ہے مغربی پریس کے روائتی معیار تحقیق و خبر رسانی کے بھی کان کتر لیں گے لیکن "انفریشن" اور "ڈس انفریشن" میں امتیاز کرنا پہلے سے زیادہ مشکل ہوگیا ہے ۔ بڑے بڑے اہل نظر ٹامک ٹوئیے مارنے پر آگئے ہیں' باخبری کے دعویداروں کے اعتبار کا دھیلا ہوگیا اور اچھے اچھوں کی سٹی گم ہے۔ کسی کافر ادا کے غمزۂ خون ریز نے اللہ والوں ہی کی نہیں' اہل ہوش و خرد کی بھی متاع دین و دانش لوٹ لی یا قوم کے گرد قانون مکافات کا گھیرا تنگ ہوتا جارہا ہے؟

گدلے پانی میں مچھلیاں پکڑنے والوں کی تو بن آئی لیکن ملک و قوم کے بہی خواہوں کی نیندیں اندیشہ ہائے دور دراز نے چھین لی ہیں ۔ یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے!۔ ہم کسی فیصلہ کن موڑ پر تو نہیں آگئے؟۔ قرآئن تو اسی بات کے ہیں کیونکہ واقعات و حوادث میں برق رفتاری کے آثار نمایاں ہوتے جارہے ہیں ۔ حالات کی یہ ستم ظریفی اور اپنے طرز عمل میں یہ بے نیازی کہ معیشت' معاشرت' سیاست غرض قومی زندگی کے ہر شعبے کو الگ الگ اپنی چال چلنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا گیا ہے ۔ ان میں ربط باہم تو ہے ہی نہیں' اپنی جگہ بھی قائم و محکم نہیں بلکہ ہر کوئی آویزش و تضادات کا عجیب و غریب معجون مرکب بنتا جارہا ہے بلکہ چوں چوں کا مربہ کہئے تو بجا ہے۔

ہم اپنے اصل نظریہ حیات سے تو ہاتھ دھو بیٹھے جو ہماری جمعیت کی واحد اساس اور اپنے آپ کو بندگی رب میں دے کر معاملات زندگی کو رضاکارانہ اس کی ہدایت کے تابع کرلینے سے عبارت تھا' اب نظریے کے افلاس کے مداوے کے لئے ہاتھ میں کشکول تھامے در در دستک دیتے پھرتے ہیں---- ایک مستحکم سیاسی نظام کا سوال ہے بابا!... ہے کوئی جو ہماری معیشت کی گاڑی کو بھی پٹڑی پر ڈال دے؟... اے اللہ میاں کی چہیتی قومو! ہمیں بھی معاشرت کے وہ گر بتادو جنہیں استعمال کرکے تم اوج ثریا سے ہمکنار ہوئی ہو--- ہاں بھلا کر' ترا بھلا ہوگا۔ کہیں سے خیرات میں کوئی چیز ملتی ہے تو لے کر دوڑے دوڑے گھر آتے ہیں' اس امید پر استعمال کرتے ہیں کہ بس نسخہ کیمیا ہاتھ لگ گیا لیکن کسی نہ کسی مرحلے میں ایک

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

الہدیٰ

سورۃ البقرہ

آیت ۱۲۶

اور جب کہا ابراہیم نے اے میرے رب بنادے اسے امن کی سرزمین' اور روزی عطا کر اس کے باشندوں کو میووں کی جو کوئی ان میں سے ایمان لائے اللہ پر اور روز آخرت پر'

(مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں اللہ کے حکم سے اپنی نسل کی ایک شاخ کو بسانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کے لئے ہاتھ پھیلا دئے کہ اے میرے رب اس سرزمین کو امن کا گہوارہ بنادے اور اس کے ان باشندوں کو جو صاحب ایمان ہوں پھلوں اور میووں کا رزق عطا فرما کہ یہی دوچیزیں اس علاقے میں مفقود تھیں۔ زرخیزی سے محروم اس بے آب وگیاہ سرزمین میں جہاں زرعی اجناس کے پیدا ہونے کا کوئی امکان نہ تھا اور تہذیب و تمدن کی روشنی سے یکسر محروم اس علاقے میں جس کی حیثیت خانہ بدوش قبائل کی گزر گاہ سے زیادہ نہیں تھی جن کی معاش کا زیادہ تر انحصار شکار اور لوٹ مار پر تھا' اصل اور فوری ضرورت انہی دو چیزوں کی تھی جن کے لئے حضرت ابراہیمؑ اپنے رب کی جناب میں دست بدعا تھے۔ اس دعا کی قبولیت جس شان سے ہوئی اور اسکی جو برکات اولاد ابراہیم اور اس علاقے کے باشندوں کے لئے ظاہر ہوئیں وہ تاریخ کی ایک ایسی زندہ اور محسوس حقیقت ہے جس کا انکار کوئی بڑے سے بڑا دشمن بھی نہیں کر سکتا!)

فرمایا جو کفر کرے گا اس کو بھی میں بہرہ مند کروں گا تھوڑے دن' پھر میں دھکیلوں گا اسے دوزخ کے عذاب کی طرف اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے ○

ترجمانی: حافظ عاکف سعید

(کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو امن اور روزی کی اس دعا کو اپنی ذریت کے صرف صاحب ایمان افراد تک محدود رکھا تھا کہ منصب امامت و خلافت کی طرح ان نعمتوں کے اصل حقدار بھی وہی لوگ ہیں جو دولت ایمانی سے مالا مال ہوں' لیکن اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ یہ معاملات الگ الگ ہیں۔ امامت الناس کے منصب پر تو یقیناً صرف وہی لوگ فائز ہوں گے جو اللہ کے وفادار اور تابع فرمان رہیں گے لیکن اللہ نے دنیا میں رزق اور معیشت کا دسترخوان نافرمانوں اور وفاداروں سب کے لئے یکساں کشادہ رکھا ہے۔ کافروں اور سرکشوں کو اللہ تعالیٰ اس حیات چند روزہ میں دنیاوی نعمتوں اور آسائشوں سے بہرہ مند فرماتا ہے لیکن بالآخر وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سپرد جہنم کردیئے جائیں گے!)

جوامع الکلم

دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی اجنبی ہو یا راہ چلتا مسافر!

(یہ دنیا انسان کا مستقبل بسیرا نہیں ہے' آخرت کا گھر ہی انسان کا حقیقی ٹھکانہ اور مستقر ہے' لہٰذا ایک مسلمان کے شایان شان طرز عمل یہی ہے کہ اسکی نگاہیں عالم آخرت کی طرف لگی رہیں' اسکی بھاگ دوڑ اور سعی و جہد کا اصل مقصود اپنی عاقبت سنوارنا اور اپنے دائمی مستقبل کو بنانا ہو' دنیا اور اس کے سازو سامان کے ساتھ اس کا تعلق بس اسی قدر ہونا چاہئے کہ۔ دنیا میں ہوں دنیا کا طلبگار نہیں ہوں بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں!)

(صحیح بخاری بروایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

انتہا پسند عناصر ایران میں بھی صدر رفسنجانی کے لئے خطرہ ہیں؟

فرقہ واریت ایران سے توران تک عذاب الٰہی بن جائے گی

وسطی ایشیا میں ایران اثر انداز ہو رہا ہے

عبدالکریم عابد

پاکستان اپنے اصل فکر پر قائم نہ رہا تو عرب و عجم میں ہم آہنگی کے لئے کچھ نہ کچھ کر سکے گا

ایران کے صدر ہاشمی رفسنجانی کے دورۂ پاکستان سے پاک ایران تعلقات کو نئی تازگی اور توانائی حاصل ہوئی ہے اور اس کی ضرورت بھی تھی کیونکہ باہمی دوستی کو نئی آزمائشوں کا سامنا تھا اور تشویش کے کئی پہلو لوگوں کے سامنے آ رہے تھے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ افغانستان میں پاکستان اور ایران کی پالیسیوں میں ٹکراؤ ہے لیکن اس دورہ میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ پاکستان اور ایران دونوں اپنی افغان پالیسی کو ہم آہنگ رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ ہم آہنگی اس لحاظ سے تو موجود ہے کہ پاکستان اور ایران دونوں نے برہان الدین ربانی کی حکومت کو تسلیم کر رکھا ہے' دونوں حکمت یار کے رویہ کو نامناسب سمجھتے ہیں' دونوں کی خواہش ہے کہ افغانستان ختم نہ ہو اور افغان رہنما مل جل کر مسئلہ کو حل کر لیں تاہم صدر رفسنجانی اور وزیر اعظم نواز شریف نے پارلیمنٹ سے خطاب کے موقع پر جو کچھ کہا' اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ افغانستان کی حالیہ خانہ جنگی کو افغان لیڈروں کی نالائقی کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور انہیں یہ احساس ہے کہ پاکستان اور ایران کے ایک مشترکہ اور موثر کردار کے بغیر جنگجو افغان طبائع کو باہمی افہام و تفہیم اور اتحاد واشتراک کیلئے رضامند نہیں کیا جا سکے گا۔

دونوں ملک افغانستان کے معاملات میں اگر مشترکہ اور موثر کردار اپناتے ہیں تو یہ ضرور فائدہ مند رہے گا۔ اس سے افغان خانہ جنگی ختم نہیں ہو گی تو بھی ان کا جھگڑا پاکستان اور ایران کو اپنی لپیٹ میں نہیں لے سکے گا۔ خانہ جنگی اور اس کے اثرات سے بچاؤ کیلئے سرحدات پر اگرچہ دیواریں تعمیر نہیں ہو سکتی ہیں اور افغان فساد کے مضرات اور مقتضیات سے پوری طرح بچاؤ بھی ممکن نہیں پھر بھی ایران اور پاکستان میں یہ فکر اور عزم موجود ہے کہ افغان مسئلہ پر اپنی پالیسی میں مطابقت پیدا کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں ان کے لئے سعودی عرب کو بھی اعتماد میں لینا ضروری ہو گا کیونکہ یہ تینوں ملک مل جل کر ہی افغانستان میں اصلاح احوال کیلئے کچھ کر سکتے ہیں۔ افغانستان کے حالات میں خانہ جنگی عین متوقع بات تھی' جو لوگ روس سے جنگ کے موقع پر متحد نہیں ہو سکے وہ اقتدار کی تقسیم کے موقع پر بھی یک جہتی کا مظاہرہ نہیں کر سکتے تھے۔ قبائلی عصبیتوں کی اپنی دنیا ہے جس میں عصبیت سے آگے کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ یہ قبائلیت ذہن اور نگاہ کو تنگ رکھتی ہے۔

قبائل سے قطع نظر' مسلح گروہوں اور تنظیموں کی بھی فطرت ہے کہ انہیں ہتھیاروں کی زبان میں گفتگو کرنے کی عادت ہو جاتی ہے اور یوں بھی ہر انقلاب کے بعد آپس میں ایک ٹکراؤ کا منظر ضرور پیدا ہوتا ہے مگر افغانستان میں اس ٹکراؤ کی نوعیت ایسی نہیں ہے کہ آخر کار کوئی ایک فریق غالب آ سکے کیونکہ اتنا طاقتور کوئی نہیں ہے اور امن نہ ہوا تو لڑائی بڑے عرصے بھی جاری رہ سکتی ہے۔ پھر بھی یقین رکھنا چاہئے کہ افغانستان صومالیہ نہیں بنے گا کہ بھوکوں مر رہے ہیں مگر کشت وخون سے باز نہیں آتے۔ کوئی نہ کوئی سیاسی حل نکل آئے گا لیکن سیاسی حل اسی وقت ہو سکتا ہے جب بیرونی ملک سے ایک فریق کے سر پر ہاتھ نہ رکھیں اور صاف کہہ دیں کہ فساد کا جو راستہ آپ لوگوں نے اختیار کیا ہے' اس میں ہم آپ کے حامی اور معاون نہیں بن سکتے۔ اگر کسی ایک ملک نے بھی کسی فریق کی پشت پناہی کی تو جھگڑا ختم نہیں ہو سکے گا' بڑھتا رہے گا۔

اس اعتبار سے یہ ایران کی ذمہ داری ہے کہ وہ افغان شیعہ تنظیموں اور قبائل کو صاف صاف کہہ دے کہ ہم کسی لڑائی کی حوصلہ افزائی نہیں کر سکتے' بہتر ہو گا کہ اس پر بھی غور کر لیا جائے کہ کیا افغانستان کو پرامن طور پر متحد رکھنا ممکن نہیں ہے اور کیا پرامن تقسیم بھی ہو سکتی ہے؟ اگر تقسیم سے امن حاصل ہو جائے تو بھی یہ مہنگا سودا نہیں۔ جو لوگ بھائیوں کی طرح مل جل کر نہیں رہ سکتے انہیں بھائیوں کی طرح الگ ہو جانا چاہئے۔ یہ علیحدگی اس سے بہتر ہے کہ افغانی اپنے گھر میں اور سارے علاقے میں فساد برپا کئے رکھیں جس سے دوسروں کا امن وعافیت بھی غارت ہو جائے۔

پاک ایران تعلقات کا بنیادی مسئلہ فرقہ وارانہ بھی ہے اور فرقہ وارانہ امن و آشتی کے بغیر پاک ایران تعلقات پر الٹے اثرات مرتب ہونا لازمی ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے پاکستان کے سنی عناصر کو یہ احساس کرنا چاہئے کہ ایران ہمیشہ ہمارا دوست رہا ہے' اس نے نازک موقع پر بھارت کے خلاف ہماری مدد کی ہے اور آج بھی وہ کشمیر کے سلسلہ میں دو ٹوک طریقہ پر اپنا موقف ظاہر کر رہا ہے۔ ایران سے ہمارا سیاسی تعلق اس لئے ضروری ہے کہ آگے چل کر ایک اسلامی دولت مشترکہ کی راہ ہموار ہو اور معاشی تعلقات

ہی سے مشترکہ اقتصادی منڈی اور اقتصادی بلاک وجود میں آسکتا ہے ورنہ پاک ایران تعلقات کی خرابی سے 'پین اسلام ازم' کے سارے خواب بکھر جائینگے اور مسلمانوں کے درمیان خونریز تفرقہ کا نیا منظر ہو گا جس میں عرب و عجم کا ٹکراؤ' پاکستان میں فرقہ وارانہ لہر' افغانستان کی خانہ جنگی اور وسطی ایشیا کا انتشار غرض ایران سے توران تک سارا علاقہ عذاب الٰہی کا مظہر ہو گا۔

اس تناظر میں اگر ہمیں پاکستان اور عالم اسلام کا مستقبل عزیز ہے تو مخالف شیعہ لہر اور مخالف ایران لہر چلانے کا مطلب خودکشی کی سیاست ہے۔ دوسری طرف ایران کو بھی شیعت سے اوپر اٹھنا ہو گا' اس خول میں رہ کر ملت اسلامیہ کیلئے اس میں بلند تر نصب العین کا حصول ممکن نہیں۔ ایرانی انقلاب کی ابتدا میں پاکستانی شیعوں میں عام تاثر یہ تھا کہ خمینی کی قیادت میں ایران میں نیا وسیع ذہن پیدا ہوا ہے لیکن بعد میں ایرانی انقلاب کے مداحوں کو یہ شکایت پیدا ہو گئی کہ ایران کی پالیسیوں پر ایرانی قوم پرستی اور شیعت کا رنگ غالب آ گیا ہے۔ ایران کو اس شکایت پر توجہ دینی چاہئے اور اس کا ازالہ کرنا چاہئے۔

اس سلسلہ میں صدر رفسنجانی نے اچھا کیا جو یہ بات صاف کر دی کہ ایران شیعوں کا نمائندہ نہیں' وہ ملت اسلامیہ کا نمائندہ ہے اور بوسنیا کے مسلمان ہوں' ہندوستانی مسلمان ہوں' کشمیری مسلمان ہوں' فلسطینی مسلمان ہوں یا آذربائیجان کے مسلمان ہوں' ہر جگہ کے مسلمانوں کیلئے آواز اٹھانا ایران کی خارجہ پالیسی ہے لیکن وہ شیعوں کی آواز یا ترجمان نہیں بنے گا۔ شیعوں کو فی الحقیقت اس کی ضرورت بھی نہیں ہے' خاص طور پر پاکستان میں شیعہ مضبوط حیثیت میں ہیں۔ فوج اور بیوروکریسی میں' صنعت وتجارت میں' سیاسی جماعتوں میں' ذرائع ابلاغ اور کلچرل اداروں میں ہر جگہ وہ موثر اور فعال حیثیت رکھتے ہیں۔ انہیں کسی بیرونی حمایت یا سہارے کی ضرورت نہیں وہ اپنی نمائندگی آپ کر سکتے ہیں جس کیلئے اندرون ملک ان کی موثر تنظیمیں ہیں۔ ان میں زبردست اتحاد بھی ہے جو بالعموم اقلیتوں میں ہوتا ہے اس لئے نہ انہیں ایران کی طرف دیکھنا چاہئے نہ ایران کو ان کی جانب۔

اس کے برعکس ہر پاکستانی مسلمان کو ایران کی طرف اس' نظر سے دیکھنا چاہئے کہ ایران دوست پڑوسی ہے اور ایرانیوں کو سارے پاکستان پر اس نقطہ نظر سے نگاہ کرنی چاہئے کہ دونوں کی سمت سفر ایک ہے۔ اس سمت سفر کے ایک ہونے کی بنا پر اقبال نے فارسی میں شاعری کو ضروری سمجھا تھا اور اسی لئے اقبال نے تہران کے متعلق خیال ظاہر کیا تھا کہ یہ اقوام مشرق کا جینوا ہو سکتا ہے۔ اس وقت پاکستان اور ایران دونوں سخت امریکی دباؤ کا سامنا کر رہے ہیں' اپنے دفاع کیلئے وہ چین سے کچھ سازو سامان لیتے ہیں تو یہ بھی امریکہ کو ناگوار گزرتا ہے۔ ان سیاسی حالات کی یکسانیت کا احساس کرلیا جائے تب بھی پاک ایران تعلقات کو ایک قیمتی اثاثہ سمجھنا چاہئے اور اسے تباہ ہونے سے بچانا چاہئے۔

صدر ہاشمی رفسنجانی کی خوبی یہ ہے کہ وہ نرے مولوی نہیں ہیں' ایک بڑے تاجر بھی ہیں۔ وہ اصل میں صنعتی اور تجارتی حلقہ کی ہی نمائندگی کر رہے ہیں اور اس میں انہیں ایران کے کٹر اور انتہا پسند عناصر سے مقابلہ درپیش ہے۔ اس مقابلہ کے ماحول میں بھی انہوں نے عرب ممالک اور خلیجی ممالک سے تعلقات کی بہتری کیلئے پیش رفت کی ہے۔جو خود سعودی عرب کے نزدیک قابل قدر ہے لیکن ابھی خلیج کے حکمران حلقوں اور سنی عناصر میں ایران سے گھبراہٹ موجود ہے جو ابو موسیٰ جزیرہ کے تازہ قضیہ سے اور بڑھ گئی ہے۔

یہ تو صحیح ہے کہ ایران نے اب اپنے "اسلامی انقلاب" کو برآمد کرنے کی پالیسی ترک کر دی ہے پھر بھی ایران کے عزائم کے بارے میں عربوں میں شکوک وشبہات موجود ہیں جن کا ازالہ کرنے کیلئے صدر رفسنجانی کوشاں ہیں لیکن ایران میں انتہا پسند عناصر کی اپنی طاقت ہے اور کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ عرب وعجم کی دوری ختم ہو گی یا کوئی خطرناک ٹکراؤ سامنے آ جائے گا۔ اس سلسلہ میں پاکستان کا کردار اہم ہے' اگر پاکستان اپنا اصل رنگ برقرار رکھے اور عرب وعجم سے یکساں دوستی اور تعلقات کی پالیسی پر عمل پیرا رہے تو وہ ان کے درمیان مفاہمتی کردار ادا کر سکتا ہے۔

پھر یہ بھی صحیح ہے کہ حکومت پاکستان کمزور ہے لیکن پاکستان کسی حکومت کا نام نہیں' یہاں کے عوام' سیاسی ادارے' مذہبی تنظیمیں' صحافی اور دانشور ایک طاقت ہیں جو عالم اسلام پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ اگر یہ اپنا توازن قائم رکھیں تو امت مسلمہ میں ایک وسطی اور معتدل ذہن کو تقویت ملے گی ورنہ پاکستان میں انتہا پسندی اور فرقہ پرستی چھا گئی تو اس کے اثرات وسطی ایشیا تک ہونگے جہاں ترکی اور ایران ایک دوسرے سے مقابلہ بازی کر رہے ہیں اور سعودی عرب بھی وہاں پہنچا ہوا ہے۔

یہ بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ مغرب کے اسلام دشمن اور صیہونی عناصر اسلامی لہر کی طاقت کو بھانپ گئے ہیں اور انہیں اس طاقت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے فرقہ واریت کے ہتھیار کی افادیت کا بھی بخوبی علم ہے۔ وہ ہر ممکن کوشش کرینگے کہ اس ہتھیار کو اسلامی لہر توڑنے اور اسے فرقہ وارانہ لہر میں تبدیل کرنے کیلئے استعمال کریں اس لئے ہر طرح کی فرقہ واریت' ان اسلام دشمن عناصر کی خدمت ہوگی۔ خدانخواستہ پاک ایران تعلقات کو سبوتاژ کرایا جاتا ہے تو اس سے وہ پین اسلام ازم ختم ہو جائے گا جس کیلئے پاکستان بنایا گیا تھا۔○○

ڈاکٹر اسرار احمد
کی تالیف
استحکام پاکستان

پاکستان کیوں بنا ــــ کیسے بنا
پاکستان کیوں ٹوٹا ــــ کیسے ٹوٹا
اب ٹوٹا تو ...
پاکستان کی تاریخ کا حقیقت پسندانہ تجزیہ
اندھیروں میں اُمید کی ایک کرن
لفظ لفظ میں ــــ وطن کی محبت
سطر سطر میں ــــ ایمان کی چاشنی
عمل کا پیغام

اس کتاب کا مطالعہ خود بھی کیجئے اور اسے زیادہ سے زیادہ عام کیجئے

اشاعت خاص' ۵۰ روپے۔ اشاعت عام' ۳۰ روپے
مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ۳۶۔کے ماڈل ٹاؤن فون: ۸۵۲۶۱۱

تلخیص: ریاض الحق

جو مذہبی سیاسی جماعتیں انہیں اقتدار میں لائیں ' وہ انہیں جانتی نہ تھیں؟

اب یہ منافقت ' یہ میکیاولی سیاست نہیں چلے گی

وفاقی شرعی عدالت کے تاریخ ساز فیصلے نے پاکستان کو دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے

۴ ستمبر کو مسجد دارالسلام باغ جناح میں ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب جمعہ کی پہلی قسط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○

کیا انسان پر لامتناہی زمانے میں ایک ایسا وقت (بھی) آچکا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھا؟ ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا ' ہم اس کو الٹتے پلٹتے رہے ' پھر ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنا دیا ' ہم نے اس کو راہ دکھا دی ' (اب) خواہ وہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا (سورۂ دھر آیات ۱ تا ۳)

اور (دیکھو') ان (منافقوں) میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ عہد کیا تھا کہ اگر اس نے اپنے فضل سے ہمیں (مال و دولت) عطا کیا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور (اس کے) نیک بندے بن کر رہیں گے۔ پھر جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے (مال و دولت) عطا کیا تو لگے اس میں بخل کرنے اور (اپنے عہد سے) پھر گئے اور (حقیقت یہ ہے کہ نیکی کی طرف سے ان کے دل ہی) پھرے ہوئے ہیں۔ تو (اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ) اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق (کا روگ) لگا دیا اس دن تک کے لئے (جس دن) یہ اس سے ملیں گے اور یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا نہ کیا اور (نیز) اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے رہے (افسوس ان کے حال پر!) کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ ان کے بھیدوں اور ان کی سرگوشیوں تک سے واقف ہے اور یہ کہ وہ تمام غیب کی باتوں سے بھی پوری طرح آگاہ ہے۔ (سورۂ توبہ آیات ۷۵ تا ۷۸)

آیات مندرجہ بالا کی تلاوت اور ادعیہ ماثورہ کے بعد فرمایا: میں نے سورۂ دھر کی جو آیات تلاوت کیں وہ اصلاً تو انسان کی تخلیق ' اس کی غرض و غایت کی حکمت ' حیات دنیوی کا اصل مقصود و منشاء اور پھر اس کے انجام سے بحث کرتی ہیں لیکن ان کے حوالے سے مجھے اپنی گفتگو کو آگے بڑھانا ہے جو دو ہفتے قبل اسی جگہ ایک خاص مقام پر پہنچ چکی تھی۔ ان آیات کا جو مفہوم آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں وہ ایک طرح ان آیات کی اس خاص پس منظر میں تفسیر ہے جس میں وہ نازل ہوئیں۔ تاہم میں نے ان کو اپنی گفتگو کا عنوان بنایا ہے ' تفسیر کے درجے میں نہ سمجھیے۔

وجدانی رہنمائی

کبھی کبھی وجدانی طور پر ہمیں قرآن مجید کے کسی خاص مقام سے اپنے دور کے حالات کے بعض پہلوؤں میں رہنمائی ملتی ہے۔ ذہن کے یوں منتقل ہونے کو ایک وجدانی انتقال ذہنی کہیں گے ' تفسیر نہیں۔ تفسیری اعتبار سے ان آیات کا موضوع یہی ہے کہ انسان اپنی خلقت پر غور کرے۔ وہ کچھ بھی نہیں تھا ' کوئی قابل ذکر شے نہیں تھا۔ فرمایا کیا انسان پر ایک ایسا وقت نہیں آیا کہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھا؟ بظاہر تو یہ استفہام ہے لیکن استفہام تقریری ہے۔ سوال کی شکل میں ایک حقیقت کی تاکید مطلوب ہے۔ استفہام کی کئی قسمیں ہیں۔ استفہام انکاری بھی ہے کہ بظاہر سوال ہے اور حقیقت میں انکار کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یہاں بظاہر سوال ہے حقیقت میں ایک بات کی تاکید مقصود ہے۔

دھر ' عصر اور جدید فزکس

"کیا کوئی آیا تھا انسان پر ایسا وقت بھی"۔ دھر اور عصر میں جو فرق ہے اس پر میں نے اپنے سورۃ العصر والے کتابچے میں بحث کی ہے۔ یہ دونوں الفاظ بہت معنی خیز ہیں ' دونوں کا اشارہ زمان و مکان کی طرف ہے۔ زمان اور مکان کبھی فزکس میں دو علیحدہ حقیقتیں (Entities) سمجھی جاتی تھیں لیکن جدید فزکس کے مطابق یہ ایک ہی وحدت کے اجزاء ہیں۔ یہ ایک مرکب ہے جس کو "ٹائم اینڈ سپیس کمپلیکس" کہا جاتا ہے۔ بلکہ اب تو یہ کہا جا رہا ہے کہ وقت خلاء کی چوتھی جہت ہے۔ جیسے مکان کی تین ابعاد ہوتی ہیں ' اس مسجد کی بھی ایک لمبائی ہے ایک چوڑائی اور ایک اونچائی۔ یہ تین سمتیں (Dimentions) ہیں۔ تاہم ایک چوتھی جہت وقت ہے۔ یہ اگرچہ ناقابل تصور ہے لیکن آج کے جدید سائنسدان کہتے ہیں کہ کوئی چیز سمجھ میں آئے یا نہ آئے اگر وہ حساب کی مساوات سے ثابت ہوتی ہے تو موجود ہے۔ میں نے پہلے بھی اس بارے میں کئی بار بتایا ہے کہ آج کل کی فزکس ' تصوف بن چکی ہے۔ لمبائی ' چوڑائی اور اونچائی کے خطوط سب ایک دوسرے کے ساتھ زاویہ قائمہ بناتے ہیں۔ لیکن آپ کسی چوتھی لائن کا تصور نہیں کر سکتے جو ان تینوں کے ساتھ زاویہ قائمہ بنائے۔ دو کے ساتھ بنا سکتی ہے ' تیسری کے ساتھ تو کوئی اور زاویہ بنے گا لہٰذا یہ ناقابل تصور ہے۔ تاہم جدید حساب نے ثابت کیا ہے کہ ایک اور لائن ہے اور وہ ان تینوں کے ساتھ عمودی ہے اور وہ ٹائم کا عنصر ہے۔ بہرحال عصر اور دھر ٹائم اور سپیس کو ظاہر کرتے ہیں۔ پھر عصر میں اس کا ٹائم ایلیمنٹ زیادہ پیش نظر ہے یعنی تیزی سے گزرنے والا زمانہ (العصر) ' قسم ہے اس زمانے کی جو تیزی سے گزر رہا ہے۔ دھر میں ٹائم اینڈ سپیس کمپلیکس کا سپیس والا ایلیمنٹ زیادہ ہے۔ اس لئے یہاں وقت کے لئے کہنا پڑا

"حین من الدھر" کہ ٹائم اینڈ سپس کمپلیکس کے اعتبار سے انسان پر ایک ایسا مرحلہ بھی آیا کہ وہ کوئی قابل ذکر شے نہیں تھا۔

ایک اور محیر العقول انکشاف

اس سے پہلی سورۃ' سورہ قیامہ ہے جس میں لفظ "منی" بھی آیا ہے " الم یک نطفة من منی یمنی " - چنانچہ سورۂ قیامہ اور سورۂ دھر اس طرح ایک دوسرے کے آگے پیچھے ہیں جس طرح ریل گاڑی کے دو ڈبے جڑے ہوتے ہیں - یہ آپس میں ایک جوڑا بھی ہیں۔ چنانچہ علم جنین کے بعض مسائل پر سورۂ قیامہ ختم ہوئی اور اس سے اگلا قدم سورۂ دھر میں ہے - وہاں نطفہ منی کا ہے اور یہاں نطفہ امشاج ہے یعنی وہ نطفہ جو مرد اور عورت کے نطفوں سے مل کر مخلوط نطفہ بن جاتا ہے - میں سورۂ قیامہ اور سورۂ دھر کے اپنے دروس میں بیان کرچکا ہوں کہ جدید Embryologists حیران ہیں کہ یہ حقائق چودہ سو سال پہلے کیسے بیان ہوئے؟۔ اس وقت تک خورد بین نہیں تھی' سائنسی نظریات نہیں تھے لیکن نطفہ امشاج کا تصور قرآن حکیم میں موجود ہے - کیا اس زمان و مکان کے مجموعے (Complex) میں انسان پر ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے کہ جب وہ کوئی قابل ذکر شے نہیں تھا؟ منی کا نطفہ تھا جس کا انسان نام بھی لینا پسند نہیں کرتا - اس کے بعد فرمایا کہ ہم نے انسان کو اسی ناقابل ذکر شے سے بنایا - سوال پیدا ہوا کہ کس لئے بنایا؟۔ ہم نے انسان کو تخلیق فرمایا ایک ملے جلے نطفے سے تاکہ اسے جانچیں پرکھیں اور آزمائیں - یہ دنیا کی زندگی گویا امتحان کا وقفہ (Period of test) ہے۔

قلزم ہستی سے تو ابھرا ہے مانند حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

یہی جانچ پرکھ ابتلا ہے

یہاں ایک لفظ استعمال کیا " نبتلیہ " - یاد رکھیں کہ انتیسویں پارے کی پہلی سورۃ' سورۃ الملک ہے اور آخری سے پہلی سورہ' سورۂ دھر ہے - وہاں بھی یہی لفظ آیا کہ " خلق الموت و الحیات لیبلوکم ایکم احسن عملا" اس نے یہ حیات و موت کا سلسلہ اس لئے بنایا تاکہ تمہیں جانچے اور پرکھے۔ وہاں "بلا" "یبلو" کا صیغہ ہے اور یہاں اسی سے مضارع کا صیغہ ہے" نبتلیہ " تاکہ ہم اسے آزمائیں۔ "فجعلناہ سمیعا بصیرا" تو ہم نے اس کو بنا دیا دیکھنے والا سننے والا۔ اب اس میں گویا اشارہ کردیا گیا کہ جب ہم نے امتحان میں ڈالا ہے تو صلاحیتیں دے کر ڈالا ہے ' ایسے ہی نہیں ڈال دیا - جنگ میں جھونکا تو کچھ نہ کچھ اسلحہ دے کر بھیجا ہے - کوئی امتحان لینا ہے تو کچھ پڑھانے کا انتظام بھی کیا تھا - پھر فرمایا ہم نے اسے سیدھے راستے کی ہدایت دے دی ہے یعنی سماعت اور بصارت ہی نہیں دی ہدایت بھی دی ہے - فطرت انسانی میں وہ ہدایت مضمر ہے ' ہم نے اسے نیکی اور بدی کا شعور دیا ہے - نبیوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تکمیل فرمائی ' حجت کا اتمام کیا جبکہ بنیادی ہدایت فطرت انسانی میں موجود ہے۔ " انا ھدینہ السبیل" ہم نے اسے سیدھا راستہ دکھایا ہوا ہے "اما شاکرا و اما کفورا" پھر اسے اختیار دے دیا کہ چاہے شکر گزار بنے چاہے کفر اور ناشکری کی روش اختیار کرلے - یہ تمہاری اپنی پسند (Choice) پر ہے' چاہو تو ہمارا احسان مانو' ہمارے احکام پر چلو' ہم نے جو آزادی دی ہے اس کو ہمارے قدموں میں ڈال دو' ہماری بندگی از خود اختیار کرلو اور چاہو تو سرکش ہوجاؤ' عیاشیاں کرو - چار دن کی چاندنی ہے' پھر اندھیری رات ہے - قبر کی اندھیری رات تو آنی ہی ہے - ہم نے تمہیں جسم اور صلاحیتیں دے دیں پھر سیدھا راستہ بھی دکھادیا' اب اختیار تمہارا ہے لیکن اس Choice کا مطلب یہ نہیں کہ نتیجہ نہیں نکلے گا' اگر کفر' انکار اور ناشکری کی روش اختیار کرو گے تو ہم نے کافروں کے لئے بھاری بھاری زنجیریں' طوق اور جہنم کی آگ تیار کررکھی ہے - تاہم جو ہمارے وفادار بندے ہونگے اور ہماری غلامی کی روش کو اختیار کریں گے ان کے لئے ہم نے روح و ریحان اور جنت نعیم کو تیار کیا ہے

قومیں بھی آزمائی جاتی ہیں

یہ تو ان آیات کی تشریح تھی لیکن ان کے حوالے سے جو بات میں کرنا چاہ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ ہر انسان انفرادی سطح پر اس دنیا میں ایک امتحان سے دو چار ہے - اللہ نے ہمیں بھیجا ' حیات و موت کے ایک سلسلہ میں پرو دیا پھر ایک وقفہ دیا ہے جس میں ہمیں آزمایا جارہا ہے - ایسی ہی آزمائش قوموں کی بھی ہوتی ہے - قومی زندگی کے بارے میں بھی میں دو خوبصورت آیات نوٹ کرکے لایا ہوں - یہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر۱۲۹ ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل ہوا ہے جو انہوں نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے فرمایا - اسی وقت وہ لوگ بڑی سختیوں میں تھے ' بڑے مصائب میں گرفتار تھے اور آل فرعون ان کو بہت بری اذیت دیتے تھے یعنی ان کے بیٹوں کو ذبح کرتے اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔ لیکن اس کیفیت میں حضرت موسیٰؑ نے ان سے کہا "دیکھو امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کردے گا اور تمہیں زمین میں خلافت عطا کردے گا" - یہ وقت آنے والا ہے' حالات یوں نہیں رہیں گے بلکہ بساط الٹ جائے گی' وہ وقت قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو تو ہلاک کردے ' فرعون اور اس کے لشکر کو سمندر میں غرق کردے اور تمہیں زمین میں خلافت عطا فرمائے " پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیا کرتے ہو" - گویا کہ یہ آزادی ' استخلاف ' غلبہ ' طاقت' قوت ' استیلا' اور حکومت ایک بڑا امتحان ہے - یہی نہیں جو مصر میں ہورہا ہے کہ تمہیں ستایا جارہا ہے بلکہ وہ بھی امتحان ہوگا - کبھی اللہ دے کر آزماتا ہے کبھی چھین کر آزماتا ہے۔ کبھی راحت سے آزماتا ہے اور کبھی تکلیف سے آزماتا ہے - یہی مضمون سورۂ یونس کی آیت نمبر۱۴ میں آیا ہے - یہ مجموعی حکم ہے۔ "دیکھو لوگو! ہم نے پچھلی قوموں کو تباہ کیا اور ان کے بعد تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیا کرتے ہو" - معلوم ہوا کہ ایک تو انفرادی امتحان ہے جس سے ہر انسان گزر رہا ہے ' ایک امتحان قوموں کے ہوتے ہیں اور ان امتحانوں کے بڑے دور رس نتائج نکلتے ہیں - ایک بات میں پہلے کسی موقع پر بڑی تفصیل سے عرض کرچکا ہوں اب اس کی طرف صرف اشارہ کروں گا یہ کہ انفرادی امتحان کا نتیجہ تو آخرت میں نکلے گا ' قوموں کے امتحان کے نتیجے اسی دنیا میں نکل آتے ہیں - اقبال کا شعر بہت گہری حقیقت کو بیان کر رہا ہے کہ -

فطرت افراد سے اغماض بھی کرلیتی ہے
نہیں کرتی کبھی ملت کے گناہوں کو معاف

قوموں کا حساب دنیا میں ہوتا ہے

افراد سے اغماض اس لئے ہوتا ہے کہ

انفرادی حساب کتاب تو قیامت میں ہوگا' ہر شخص فرداً فرداً کٹہرے میں کھڑا ہوگا اور اس سے حساب کتاب لے لیا جائے گا۔ قوموں کا حساب کتاب یہیں چکا دیا جاتا ہے' ان کا معاملہ آخرت تک ملتوی نہیں کیا جاتا اس لئے کہ قوموں کا تو حساب کتاب وہاں ہوتا ہی نہیں بلکہ وہاں تو انفرادی حساب کتاب ہوگا۔ اگرچہ ترتیب یہی ہوگی کہ ہر امت پہلے آئے گی اور اس پر اس کے رسول کھڑے ہو کر گواہی دیں گے لیکن پھر اصل حساب کتاب تو انفرادی ہے۔ مذکورہ بالا دونوں آیتیں قومی سطح کے معاملے کے بارے میں ہیں۔ چنانچہ ایک امتحان انفرادی سطح پر ہے اور ایک قومی سطح پر۔ اس اعتبار سے خاص طور پر پاکستانی قوم اس وقت سب سے کٹھن امتحان سے دوچار ہے۔

پاکستان امتحان کے عرصہ محشر میں

واقعہ یہ ہے کہ آج جب میں ان آیات پر غور کررہا تھا تو محسوس ہوا کہ یقیناً پاکستان بھی ایک ناقابل ذکر شے تھی۔ پاکستان کا لفظ بھی ہمارا اپنا نہیں' ہندوؤں نے طعنے کے طور پر ہم پر تھوپا' اچھی پاکستان بنائیں گے' پاکستان! پاکستان کا لفظ پاکستان ریزولوشن میں نہیں ہے۔ غور کریں تو یہ پاکستان کوئی قابل ذکر شے نہیں تھی' اس بات کا قطعاً کوئی امکان ہی نہیں تھا کہ پاکستان بنے گا۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ یہ خالص معجزہ ہے' مشیت ایزدی سے بنا ہے۔ اللہ تعالی دیکھیں گے کہ جو وعدے کئے وہ ہم پورے کررہے ہیں یا نہیں۔ یہ وعدہ قومی سطح پر کیا گیا۔ اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک دس کروڑ پر مشتمل قوم تھی۔ چلئے کچھ کروڑ ایسے ہونگے جو پاکستان کے حق میں نہیں تھے لیکن ۴۶ کے الیکشن نے ثابت کردیا تھا کہ اکثریت پاکستان کے حق میں ہے۔ دس میں سے چھ سات کروڑ تو ہونگے اور اگر صرف بالغوں کو لیں تو وعدہ کرنے والے تین کروڑ تو ہونگے۔ تاریخ کے کسی مرحلے پر کبھی اتنی بڑی قوم نے ایسا نعرہ نہیں لگایا کہ "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ"۔

پاکستان کا یہ ملک جس حساب کتاب سے وجود میں آیا' واقعہ یہ ہے کہ ایک معجزہ تھا۔ دنیا کا کوئی عمرانی ماہر یا سیاسی لیڈر نہیں خیال کرسکتا تھا کہ پاکستان بن جائے گا' یہ ناممکنات میں سے تھا۔ سمجھا یہی گیا تھا کہ یہ ایک سودے بازی (Bargaining) کا انداز ہے جو ہندوؤں کے لئے اختیار کیا گیا۔ دکاندار بڑی قیمت مانگتا ہے تاکہ کچھ کم پر معاملہ طے ہوجائے۔ اسی طرح خریدار بھی بہت کم قیمت بتاتا ہے جبکہ اسے پتہ ہوتا ہے کہ اس قیمت پر یہ چیز ملنے والی نہیں لیکن کوشش ہوتی ہے کہیں درمیان میں معاملہ ہوجائے۔ یہ بھی اس طرح کی بات سمجھی گئی اور کسی کو یقین نہیں تھا کہ پاکستان بن جائے گا۔ میں تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "استحکام پاکستان" میں لکھ چکا اور سارے دلائل پیش کر چکا ہوں کہ یہ ایک خالص معجزہ تھا۔ یہاں تک کہ ایک سال پہلے خود قائداعظم نے کیبنٹ مشن پلان قبول کر لیا گویا مسلم لیگ ایک آزاد و خود مختار پاکستان کے مطالبے سے دستبردار ہوگئی۔ لیکن اللہ نے کہا نہیں تم لو اور پورا آزاد پاکستان لو' پھر ہم دیکھیں گے تم کرتے کیا ہو۔ تم نے بڑے نعرے لگائے' بڑے وعدے کئے' بڑے پھاگ اڑائے۔ تم نے فلک شگاف نعرے لگائے' پاکستان کا مطلب کیا' لا الہ الا اللہ" اور اے اللہ ہم صرف تیری غلامی کے لئے انگریز اور ہندو کی غلامی سے نجات چاہتے ہیں"

پھر ایک تاثر اور انتقال ذہنی ہے جو بیان کررہا ہوں۔ لگتا ہے کہ صدا آرہی ہے کہ ہم نے بنایا پاکستان کو' تاکہ ہم آزمائیں' جانچیں اور پرکھیں۔ ہم نے انسان کو سمیع اور بصیر بنایا تھا اور پاکستان کو کیسا بنایا؟ دو خطوں پر مشتمل!۔ ذرا غور کریں کہ ۱۹۳۰ میں علامہ اقبال نے خواب دیکھا تو وہ صرف مغربی پاکستان کا تھا کہ علیحدہ ملک بنے گا۔ یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوئی کہ میں تجویز کررہا ہوں' کہا کہ بس میرا ایک ویژن ہے' میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ ہوگا' اس سے آگے کہنے کی جرات نہیں ہوئی۔ قائداعظم کے تو تھے ہی ۱۴ نکات' علیحدہ قومیت کا کیا تصور اور علیحدہ ملک کا کیا تصور؟۔ واقعہ یہ ہے کہ دو خطوں پر مشتمل آزاد پاکستان ایک معجزہ تھا۔

قرآن سے ایک اور استشہاد

یہاں میں دو مزید آیتوں کا حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ ان میں سے ایک آیت سورۂ انفال کی اور ایک سورۂ آل عمران کی ہے۔ زمانہ نزول کے اعتبار سے یہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ سورۂ انفال غزوہ بدر کے فوراً بعد نازل ہوئی اور سورۂ آل عمران کی یہ آیات غزوہ احد کے فوراً بعد نازل ہوئیں۔ گویا کہ زیادہ سے زیادہ ایک سال کا فصل ہے۔ ان آیات کا درس کئی سال پہلے میں جمعہ کے خطبوں میں بھی دے چکا ہوں۔ عجیب بات کہ واقعتاً ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے یہ ہماری داستان ہے۔ ویسے تو ایک عام محاورہ بھی ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ "ذرا یاد تو کرو جب تم قلیل تھے" یہ سارا مسئلہ تو تھا ہی اقلیت' اکثریت کا "تم قلیل تھے' زمین میں تمہیں دبایا گیا تھا" تم دبے ہوئے تھے' ہندو چھایا ہوا تھا' تعلیم میں بہت آگے' تجارت میں اس کی اجارہ داری' کہیں کلکتہ بمبئی یا مدراس میں کوئی مسلمان تجارت میں ہوگا باقی اور کہاں تھا؟۔ اکثریتی صوبوں میں تو سرے سے تجارت مسلمانوں کے پاس تھی ہی نہیں۔ وہاں کا مسلمان تو سب سے زیادہ پس ماندہ تھا "تم ڈر رہے تھے کہ لوگ تمہیں اچک لے جائیں گے" اور یہ ساری تحریک پاکستان اسی خوف کا نتیجہ تو ہے کہ ہندو چھا جائے گا' ہمارا استحصال کرے گا' ہمارے تہذیبی تشخص کو ختم کردے گا' ہمارے مذہب کو ختم کردے گا' ہماری زبان کو بگاڑ دے گا۔ یہ سارے خوف تھے۔ محسوس ہوتا ہے کہ آیت کا ایک ایک لفظ تقسیم سے قبل ہندوستان میں مسلمانوں کی کیفیت کی پوری عکاسی کررہا ہے۔ یہی تو قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ ہر دور کے افق پر یہ ایک خورشید تاباں کی مانند طلوع ہوگا۔ معلوم ہوگا شاید ہمارے لئے ہی اترا ہے" "پھر اس نے تمہیں پناہ دی' اپنی مدد سے تمہاری نصرت فرمائی اور تمہیں رزق دیا پاکیزہ" کیسا خطہ' خوشحال علاقہ' پورے انڈیا کا سبزہ زار' پورے ہندوستان کو اناج دینے والی زمین آپ کے پاس آئی ہے۔ ہر طرح کی معدنیات' ہر طرح کی آب و ہوا اور وسائل کے خزانے اللہ نے عطا کئے "تاکہ تم شکر کرو" اور اگر نہیں کرو گے تو یہ ایک الگ معاملہ ہے جو میں بعد میں عرض کروں گا۔ اب دوسری آیت دیکھیں "اور یاد کرو اللہ کے اس انعام کو جب تم باہم ایک دوسرے کے دشمن" گروہوں میں منقسم تھے' تمہاری کوئی جمعیت نہیں تھی۔ اللہ نے تمہارے مابین الفت پیدا کردی"۔ کیا یہ معجزہ نہیں تھا کہ پورے ہندوستان کے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوگئے۔ سارے جھگڑے ختم ہوئے' معلوم ہوتا ہے یک مشت ہوگئے تھے' جیسے کہ حضور نے فرمایا کہ مومن ایسے ہیں جیسے کنگھی کے دندانے ہوتے ہیں

- فارسی میں مشت مٹھی کو کہتے ہیں جبکہ مشط عربی میں کنگھی کو کہتے ہیں - کنگھی کے دندانے آپس میں ملے ہوتے ہیں اور یکمشت ہوجانا ایسے ہے جیسے کہ یہ انگلیاں جڑ گئیں -" یاد کرو کہ تم تو تباہی کے گڑھے کے عین کنارے پر پہنچ گئے تھے اللہ نے تمہیں بچایا"-

دونوں آیات "واذکرو" کے لفظ سے شروع ہوتی ہیں یعنی یاد کرو- بہرحال آیات جب نازل ہوئیں اس وقت پیش نظر عرب کے حالات یا مکہ کے مسلمانوں کے حالات تھے ' پھر مدینے میں اوس اور خزرج کی لڑائیاں تھیں جو پس منظر میں تھیں - لیکن دیکھیں یہ سارے کا سارا معاملہ ہمارے حالات پر بھی منطبق ہورہا ہے- اللہ نے تو ہمیں راستہ بتایا ہوا ہے' قرآن محفوظ ہے' رسول کی سنت اور سیرت محفوظ ہے 'گویا دو آنکھیں ہمیں دے دی گئی ہیں - اب اختیار ہمارا ہے ادھر جائیں یا ادھر لیکن جدھر جائیں گے ' نتیجہ اسی کا نکلے گا -

پاکستان دوراہے پر

اسی حوالے سے میں نے عرض کیا کہ میں بات وہاں سے بڑھانا چاہتا ہوں جہاں پر ۱۲ اگست کے جمعہ میں بات ختم کی تھی یہ کہ پاکستان اس وقت واقعتاً ایک انتہائی فیصلہ کن دوراہے پر آچکا ہے - یہ بات روایتاً بھی کہی جاتی ہے ' محاورتاً بھی کہی جاتی ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ میرے ایک ایک لفظ کو سمجھیے - میں گہرے شعور کے ساتھ کہہ رہا ہوں اور یہی میری بات کا اصل مفہوم ہے کہ پاکستان بالکل فیصلہ کن دوراہے پر آچکا ہے - وہ دوراہہ کیا ہے؟ یہ کہ یا تو ہم خالص لادینیت یعنی "سیکولر ازم" کی طرف جائیں گے یا پھر یہاں اسلامی انقلاب آئے گا- درمیان کی اس منافقانہ مذہبیت کا دور ختم ہوجائے گا - آج ہم وہاں پہنچ چکے ہیں کہ یہ نام نہاد مذہبیت ' دھوکے کی مذہبیت ' ٹیپ ٹاپ کی مذہبیت ' یہ صرف دستور میں لکھی ہوئی چند دفعات اب نہیں چلیں گی - اب تو یا ادھر یا ادھر ہوگا - یا چناں کن یا چنیں - یا خالص سیکولر ازم یا اسلامی انقلاب اور جو اصل بات کہنے کی ہے وہ یہ کہ جو کچھ بظاہر احوال نظر آرہا ہے اس میں پہلے "یا" کا پلڑا بھاری ہے - اسلامی انقلاب کے کوئی آثار تو تاحال موجود نہیں' یہ دوسری بات ہے کہ کوشش ہمارے ذمے فرض رہے گی چاہے حالات کیسے بھی ہوں ' مایوسی کتنی بھی ہو - یہ بالکل ایک دوسری بات ہے کہ ہمارا فرض اپنی جگہ پر برقرار رہے گا - لیکن بہرحال سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو آثار ہیں ' حالات ہیں اور جو کچھ نظر آرہا ہے وہ بہت مایوس کن ہے - اس موضوع پر میرا کالم "نوائے وقت " میں چھپا تھا پھر "ندائے خلافت" میں بھی آچکا ہے - "مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھو" - میں تو عرصے سے کہہ رہا ہوں کہ امید و بیم کی ایک عجیب کیفیت میں مبتلا رہتا ہوں - اگر زمینی حالات کو دیکھتا ہوں تو سخت مایوسی ہوتی ہے ' کسی طرف سے کوئی امید کی کرن نظر نہیں آتی - البتہ ماضی اور مستقبل کے کچھ حالات ہیں جو دوسرا نقشہ پیش کرتے ہیں - ماضی کی چار سو سالہ تاریخ ہے اور مستقبل کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں ہیں جو امید کا سہارا ہیں ورنہ زمینی حقائق (Facts of the ground) نہایت مایوس کن ہیں -

موجودہ سیاسی قیادت کی دو عملی

اس وقت آپ دیکھ رہے ہیں کہ موجودہ حکومت اسلام کے نام پر بنی تھی - اسلام کے زور دار نعرے لگائے گئے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ جنرل ضیاء الحق صاحب کی جانشین حکومت ہے ' انہی کا معنوی تسلسل ہے - پھر اس میں جماعت اسلامی ' جمعیت علمائے اسلام اور جمعیت علمائے پاکستان کے گروپ سب شامل ہوگئے - اور سیاسی سطح پر اسلام کا نام جتنا اس حکومت کو لانے کے لئے لیا گیا ہے پہلے کبھی نہیں لیا گیا- دوسری طرف اسی حکومت کے ایک وزیر مملکت ہیں ' سردار آصف احمد علی جو ڈنکے کی چوٹ کسی اور لہجے میں باتیں کررہے ہیں ' کھل کر کہہ رہے ہیں اور ظاہر بات ہے کہ ان کا کھونٹا مضبوط ہے تو کہہ رہے ہیں ورنہ ایک ہی دن میں چھٹی ہوسکتی ہے کہ کیا بکواس کررہے ہو ' جاؤ یہاں سے کیوں ہماری پوزیشن خراب کررہے ہو - معلوم ہوا کہ پیچھے کوئی مضبوط کھونٹا انہیں نظر آرہا ہے - سارے مذہبی حلقے ان پر تنقید کررہے ہیں ' گالیاں دے رہے ہیں - وزیر مملکت برائے مخالفت شریعت تو انکا نام ہی رکھ دیا گیا ہے - گویا اسی کام کے لئے رکھے گئے ہیں اور انکا پورٹ فولیو یہی ہے- آپ کا تعلق کسی اور معاملے سے ہے لیکن بات کررہے ہیں افغانستان کی - میں نے آج روزنامہ جنگ میں دیکھا کہ سپاہ صحابہ کی طرف سے بھی ان کے لئے گالیاں ہیں ' جمعیت اہل حدیث کی طرف سے بھی ' جمعیت المشائخ کی طرف سے بھی اور جماعت اسلامی کے اسلم سلیمی صاحب کی طرف سے بھی شدید تنقید ہے کہ دماغ خراب ہوگیا ہے ' ان کو علاج کرانا چاہیے ' یہ یہودی لابی کے اشاروں پر ناچ رہے ہیں وغیرہ وغیرہ -

جماعت اسلامی کے اسلم سلیمی صاحب کا بیان اگر صحیح شائع ہوا ہے کہ یہ وزیر مملکت صاحب نواز شریف کی پوزیشن خراب کررہے ہیں مجھے حیرت ہوئی کہ انہیں اب تک نواز شریف صاحب کی پوزیشن کی فکر ہے حالانکہ جماعت سب گالیاں گن گن کر نواز شریف کو دے چکی ہے- آج کے بیان سے معلوم ہوا کہ نواز شریف صاحب کی پوزیشن کو برقرار رکھنا بھی انکی پالیسی معلوم ہوتی ہے - ورنہ میرا تو خیال تھا کہ یہ اعلان براءت کرچکے ہیں اور تین طلاقیں دے چکے ہیں - لیکن معلوم ہوتا ہے کہ کہیں نہ کہیں رجوع کی کوئی شکل باقی رکھی ہوئی ہے - درون خانہ ہوگی ' ہمیں معلوم نہیں - آپ غور کریں اس سب کچھ کے باوجود وہ وزیر ڈٹا ہوا کیوں ہے ؟ - اس کا ایک سے ایک بیان زیادہ سے زیادہ واضح ہے' کیوں ؟- پھر اب تو یک نہ شد دو شد والا مسئلہ ہوگیا ' آج ایک اور وزیر مملکت رانا نذیر احمد صاحب بولے ہیں اور انکی تو جنگ میں نمایاں شہ سرخی ہے کہ " مولویوں نے اسلام اور پاکستان کو بدنام کیا ہے" - انہوں نے ایک اور بڑا پیارا جملہ کہا جس کے معنی میں بعد میں واضح کروں گا - کہتے ہیں کہ "مولویوں نے اسلام اور پاکستان کو بدنام کیا ہے اور سب سے بڑی فریاد یہ ہے کہ کوئی بیرونی سرمایہ کار یہاں آنے کو تیار ہی نہیں- بہرحال اس صورت حال سے واضح ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ 'موجودہ حکومت کی شہ پر ہورہا ہے - حکومت میں ان کا کھونٹا مضبوط ہے ورنہ سردار آصف احمد علی کی کیا حیثیت ہے - اسی کھونٹے کے بل پر اب ایک اور وزیر مملکت صاحب بولے ہیں - معلوم ہوا ہے کہ جیسا بھی ہے ' حکومت کا کھونٹا اپنی جگہ چاہے کمزور ہو لیکن یہ اس کے ساتھ مضبوطی سے بندھے ہوئے ہیں اور جو باتیں کررہے ہیں اسی کھونٹے کی بنیاد پر کررہے ہیں -

سیکولرزم: سب سے مضبوط کھونٹا

اس میں دو چیزوں کا اضافہ کرلیں - یہ جو

سیکولرزم کا کھونٹا ہے اس کو اس لئے بھی تقویت حاصل ہوتی ہے کہ ساری دنیا اسی سے بندھی ہوئی ہے ۔ پوری عالمی تہذیب سیکولرزم کی تہذیب ہے ' وہ عالم اسلام ہو یا عالم غیر اسلام ' مغرب ہو یا مشرق ' جنوب ہو یا شمال ' سیکولرزم وقت کا قانون ہے ۔ مذہب کو مسجدوں ' مندروں اور کلیساؤں تک رکھو ۔ حکومت ' قانون ' سیاست ' ریاست ' معیشت ' تہذیب و تمدن کسی چیز سے مذہب کا کوئی تعلق نہیں ۔ پھر اسی تہذیب میں کھونٹا سب سے بڑا کس کا ہے؟ پہلے تو دو قطبی دنیا (Bipoler world) تھی ' اب ایک ہی جہت ہے ' ایک ہی کھونٹا ہے اور وہ امریکہ کا ۔ امریکہ کا کہیے یا حقیقت میں یہودیت اور صیہونیت کا سمجھئے ۔ اسی کھونٹے کے ساتھ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک وغیرہ بندھے ہوئے ہیں جن کے ساتھ ہماری معیشت اسی طرح گتھی ہوئی ہے کہ کسی زبردست انقلاب کے بغیر وہاں سے اسے نکال لانا ممکن نہیں جب تک ایک زبردست انقلاب نہ آئے ۔ یہ کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں جس طرح آپ شکنجے میں کسے ہوئے ہیں ' اس سے رہائی حاصل کرنے کو ناممکن نہیں کہتا لیکن ایک مکمل ' ہمہ گیر اور بڑے گہرے انقلاب کے بغیر ممکن نہیں ہے ۔ اگر کوئی شخص اس سے کم تر سمجھتا ہے تو احمق ہے وہ اپنے آپ کو بھی دھوکہ دیتا ہے اور دوسروں کو بھی دھوکہ دے رہا ہے ۔

قدم سیکولرزم کی طرف

بہرحال اس وقت جو صورت حال نظر آرہی ہے وہ میں نے بیان کردی کہ ہمارے ملک میں سیکولرزم کا پلڑا بھاری ہوگیا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ملک اب تیزی کے ساتھ اسی رخ پر جائے گا ۔ اس پر میں ذرا بعد میں تبصرہ کروں گا مگر آگے بڑھنے سے پہلے واضح کردینا چاہتا ہوں کہ سیکولرزم سے شاید وقتی طور پر کئی مسئلے حل ہوجائیں ' کچھ یہودی پیسہ ہمارے پاس آجائے اور بلٹ ٹرین بھی چل جائے ۔ یہ تو ہوجائے گا لیکن پھر پاکستان کی تباہی کو کوئی نہیں روک سکتا اس لئے کہ اس کا وجود اگر رہ سکتا ہے تو صرف اسلام کے ساتھ ۔ یہ بات دو اور دو چار کی طرح جان لیں ۔ خاکم بدہن کہہ لیں ' خدانخواستہ کہہ لیں ' معاذ اللہ کہہ لیں جو چاہے کہہ لیں ۔

تقدیر تو مبرم نظر آتی ہے ' لیکن
پیران کلیسا کی دعا ہے کہ یہ ٹل جائے

مجھے اس میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ سیکولرزم کے ساتھ پاکستان باقی نہیں رہ سکتا ۔ یہ ٹکڑوں میں بٹے گا ' اس کے پرخچے اڑیں گے ' جناح پور بھی بنے گا اور سندھو دیش بھی بنے گا اور اگر افغانستان میں کوئی تقسیم ہوجاتی ہے تو پختونستان کا ہمارا علاقہ اس کے ساتھ ملے گا ۔ شیرازہ بندی کا واحد ذریعہ اسلام ہے ۔ اس کو صرف نوٹ کرلیں ' میں اس وقت اس موضوع پر گفتگو نہیں کرنا چاہتا جس پر میں ایک مکمل کتاب لکھ چکا ہوں اور اس کے استدلال کا ہر شخص نے لوہا مانا ہے ۔ یہ ضرور ہے کہ آخر ملک ہے کوئی کچا گھروندا نہیں ' ٹوٹتے ٹوٹتے بھی وقت لگتا ہے ۔ چوبیس برس میں دولخت تو ہوا نا! اب وہ پاکستان کہاں ہے جو ۱۹۴۷ء میں دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا تھا؟ بدترین ذلت آمیز اور رسوا کن شکست کا سامنا الگ کرنا پڑا ۔ جن پر ایک ہزار سال تک حکومت کی تھی ' ہمارے سپاہی سے لے کر جرنیل تک نوے ہزار کڑیل جوان انہی کے قیدی بنے ۔ بنگلہ دیش کے عالم دین امام الدین محمد طٰہٰ نے بھی میرے خیال سے اتفاق کیا ہے کہ وہ بھی سوا چوبیس برس کی مہلت تھی اور سوا چوبیس برس میں یہاں بھی کوئی فیصلہ ہونے والا ہے ۔ اس لئے کہ سوا چوبیس برس شمسی پچیس برس قمری بنتے ہیں ۔ اللہ نے پہلے حادثے تک قمری حساب سے ربع صدی مہلت دی تھی ۔ اب پھر پچیس برس مکمل ہونے کو ہیں ۔ سینتالیس قمری سال تو پورے کر لئے ' زیادہ سے زیادہ ساڑھے تین سال آپ کے پاس اور ہیں ۔ اگر اس دوسری مہلت میں بھی وہ ہمہ گیر اور گمبھیر اسلامی انقلاب جو نیچے سے اوپر تک نظام کو بدل دے ' نہ آیا تو پاکستان نہیں رہے گا ۔ خاکم بدہن ' خدانخواستہ ' معاذ اللہ تاہم یہ دو اور چار کی طرح واضح ہے ۔ عہد نامہ قدیم میں بنی اسرائیل کے انبیاء کے انداز کی کیفیات بیان ہوئی ہیں ۔ یہ اس وقت ہوا جب Nebuchadnezr "بخت نصر" نے یروشلم پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجائی تھی ۔ اس سے پہلے بہت سے نبیوں نے خبردار کیا تھا ' ان کے الفاظ آپ کو عہد نامہ قدیم میں ملیں گے کہ " لوگو درخت کی جڑ پر کلہاڑا رکھا جا چکا ہے ' ہوش میں آجاؤ" لیکن جس قوم کو ہوش میں نہیں آنا ہوتا وہ مدہوش ہی رہتی ہے ۔ انبیاء کی باتوں سے ہوش میں نہیں آئیں تو ہماشما کی باتوں کا کیا ذکر ۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے جاگنا ہو جائے تو اس کی قدرت سے یہ بعید نہیں ہے لیکن جو حالات نظر آرہے ہیں ان کے اعتبار سے میں نے انجام کی خبر دے دی ہے جو اٹل ہے ۔ اس کے اسباب کیا ہیں ' اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے ۔

گھاٹے کا یہ سودا کیوں؟

اتنا بڑا گھاٹے کا سودا کیوں ہوا ہے ۔ آج شاید آپ کو محسوس ہو کہ یہ تو کہنے کی باتیں نہیں لیکن جو باتیں صاف نظر آرہی ہوں وہ کہنی چاہئیں ' کسی خوف اور اندیشے سے رکنا نہیں چاہئے ۔ حق بات یہ ہے کہ اس کا سب سے پہلا سبب یہ ہے کہ تحریک پاکستان اور خاص طور پر مسلم لیگ مسلمانوں کی قومی تحریک اور قومی جماعت تو تھی لیکن خالص سیکولر مزاج رکھتی تھی ' یہ مذہبی تحریک بہر حال نہیں تھی ۔ پاکستان کا اصل محرک دفاعی تھا اور میری اس بات پر سلہری صاحب بہت چیں بجبیں ہوئے ہیں ۔ میں نے "نوائے وقت" میں لکھا تھا کہ تحریک پاکستان کے دو محرکات تھے ' دفاعی اور احیائی ۔ احیائی محرک تھا ضرور لیکن دبا ہوا تھا ۔ اس احیائی حصے کا علمبردار اقبال تھا ۔ قائد اعظم اور اصل تحریک پاکستان دونوں دفاعی پہلو کے علمبردار تھے ۔ اصل مقصد مسلمانوں کو بچانا تھا ۔ اسی لئے میں نے کہا تھا کہ کچھ لوگ تو بڑی وضاحت کے ساتھ یہ بات کہہ دیتے ہیں ' آج رانا نذیر احمد صاحب نے ڈھکا چھپا کر بات کہی ہے ۔ " پاکستان اسلام کے لئے تو بنا تھا ' بنیاد پرستی کے لئے نہیں بنا تھا ۔ " اس کا سلیس زبان میں کیا مطلب ہے؟ یہ کہ پاکستان مسلمانوں کے لئے بنا تھا ' اسلام کے لئے نہیں ۔ حقیقت اگرچہ یہی ہے تاہم یہ حقیقت تحریک کے مزاج کے اعتبار سے ہے ' عوام کے جذبے کے اعتبار سے نہیں ۔

مسلمان اسلام کے نام پر جمع ہوئے

عوام اسلام کے نام پر جمع ہوئے تھے ۔ اگر اسلام کا نعرہ نہ لگتا تو کوئی انہیں جمع نہ کر سکتا تھا لیکن مسلم لیگ اپنی اصل کے اعتبار سے خالص سیکولر مزاج کی تنظیم تھی ۔ اس کی پوری سیادت سیکولر ذہن اور مزاج کی تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں دہریے بھی تھے ' خدا کے منکر بھی تھے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

تحریک خلافت کے پہلے مذاکرے میں پڑھا گیا شیعہ عالم دین کا ایک مقالہ

مختلف فیہ معاملات میں روح عصر کے مطابق اجتہاد کیا جائے

"سیاست خلافت" پہلے اور اب: ڈاکٹر اسرار احمد کی تحریک کی روشنی میں

شیعہ عالم دین اور تحریک نفاذ فقہ جعفری پاکستان کی مرکزی کونسل کے رکن جناب سید ہادی نقوی نے اپنا یہ مقالہ سیاست خلافت پر منعقدہ اس پہلے سیمینار میں پیش کیا تھا جو تحریک خلافت پاکستان کے زیر اہتمام مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے قرآن آڈیٹوریم میں اس سال جولائی کے وسط ہوا اور جس میں موضوع بحث داعی تحریک خلافت و امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا "سیاست خلافت" کے عنوان سے مطبوعہ ایک کتابچہ تھا جو داعی تحریک خلافت کے اس موضوع پر خیلات اور مرتب شکل میں ان قانونی و دستوری نکات پر مشتمل تھا جن پر ان کے نزدیک دور جدید میں خلافت اسلامیہ کا ڈھانچہ تیار کیا جانا چاہیے۔

وہ سیمینار اس اعتبار سے ممتاز تھا کہ اس میں فکر جدید کے علمبرداروں کے ساتھ صرف اہل سنت کے ان علماء نے ہی اپنے خیالات کا اظہار نہیں کیا جو کسی نہ کسی طور پر احیائے خلافت کے مشن سے منسلک ہیں بلکہ ایک شیعہ عالم دین نے بھی دعوت خطاب کو قبول کیا اور بڑی ہی متعین باتیں کہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اپنا نقطہ نظر تحریر کر کے لائے تھے اور اسے خود پڑھ کر سنایا تاکہ کسی وقتی تاثر کے تحت موضوع سے ہٹنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ موصوف کے خیالات کے جن حصوں سے ہم اختلاف رکھتے ہیں' ان کی نشاندہی ضروری نہیں کیونکہ وہ اہل سنت میں پوری طرح معروف و معلوم ہیں تاہم اختلاف میں جو اتفاق انہوں نے پیدا کیا اس کی قدر کرنے میں بھی بخل کا مظاہرہ نہیں کیا جانا چاہیے۔

ہم سید ہادی نقوی کی وہ تحریر من و عن اپنے قارئین کو پیش کررہے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰی مسلمانوں کے درمیان اتفاق و اتحاد کی بنیاد کو وسیع تر اور زیادہ سے زیادہ مضبوط بنائے جس پر خلافت اسلامیہ علیٰ منہاج النبوۃ کی شاندار عمارت تعمیر کی جاسکے---- مدیر

سید ہادی نقوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۔ قرآن مجید کی سورہ نور' آیت نمبر ۵۴ میں اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: "وعد اللہ الذین امنوا......... ھم الفاسقون"

ترجمہ "(اے مسلمانو!) اللہ سبحانہ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے جو ایمان کامل رکھتے ہوئے اسکی راہ میں جہد مسلسل کرتے رہتے ہیں کہ ان کو روئے زمین پر بالکل اسی طرح کی حکومت و قیادت سونپی جائیگی جس طرح کی ان سے پہلے لوگوں کو دی گئی تھی' ان کے اس دین کو مستحکم کیا جائیگا جو ان کیلئے پسند کیا گیا ہے اور ان کے خوف و ہراس کی کیفیت کو امن و استحکام میں بدل دیا جائیگا! (بس پھر) وہ سب ملکر میری عبادت کریں گے اور کسی طرح سے بھی شرک کے مرتکب نہ ہوں گے۔ ایسے میں جو لوگ منکر ہوں گے پس وہی تو فاسق ہیں"

حضرت رسول اکرمؐ نے بھی اسلام کے پرچم تلے ایک عالمی حکومت کے قیام کی پیشین گوئی فرمائی ہے جس کے الفاظ وماخذ اگرچہ مختلف ہیں مگر نتیجہ اور مفہوم صرف ایک ہی ہے کہ بالآخر دنیا میں عالمی اسلامی حکومت ضرور قائم ہو گی! ہمارے پاس حضور اکرمؐ کے جو الفاظ پہنچے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

"سیظہر رجل من عترتی اسمہ اسمی۔ یملاء الارض قسطا وعدل کما ملئت ظلما و جورا"

ترجمہ: آخرالزمان میں میری عترت میں سے ایک مرد آہن ظہور کریگا وہ میرا ہمنام ہوگا اور روئے زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیگا جس طرح ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی "یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس مرد آہن کے آنے سے پہلے مسلمانوں کی طرف سے ایک اسلامی حکومت کا قیام ضروری ہے تاکہ ماضی کی طرح اب بھی دشمن اس مرد آہن کو گزند نہ پہنچائیں۔

اللہ سبحانہ اور اس کے آخری نبیؐ کے ارشادات کی روشنی میں شاعر مشرق مصور پاکستان علامہ اقبالؒ اپنی نظم "طلوع اسلام" میں فرماتے ہیں:

سرشک چشم مسلم میں ہے نیساں کا اثر پیدا
خلیل اللہؑ کے دریا میں ہوں گے پھر گہر پیدا
کتاب ملت بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخ ہاشمیؐ کرنے کو ہے پھر برگ وبر پیدا
نوا پیرا ہو اے بلبل کہ ہو تیرے ترنم سے
کبوتر کے تن نازک میں شاہیں کا جگر پیدا

ماشاء اللہ' چشم بددور' قرآن و سنت اور ایک مجتہد بینا کی پیش بینی کی روشنی میں آج ہم پاکستان میں اس عالمی اسلامی حکومت کی بنیاد رکھنے اکٹھے ہوئے ہیں جس کی بنیاد ایک اور مسلمان ملک میں بھی رکھی جا چکی ہے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اس انقلابی اور جرات مند اقدام کا سہرا اپنی پوری تازگی اور مہک کے ساتھ جناب ڈاکٹر اسرار احمد کے سر بندھا ہوا ہے۔ موصوف کا موجودہ پروگرام ہر لحاظ سے عصری تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اس کتابچے میں کی گئی موصوف کی بعض گزشتہ و موجودہ مباحث سے اختلاف تو کیا جا سکتا ہے مگر انکار' اپنے آپ کو اسلامی حکومت کے مخالفین میں شمار کرانے کے مترادف ہے۔ ہم یہاں صرف وہ اختلافی آراء پیش کریں گے جس سے موصوف کے پروگرام کی تعمیر و ترقی میں مدد ملے یا بعض اسلامی حقائق سامنے آئیں!

محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے کتابچے میں سیاست خلافت کے بارے میں' آج جو ممکنہ عملی صورت پیش کی ہے اس کی بنیاد انہوں نے صحابہ کرامؓ کے مکتب فکر پر رکھی ہے اور اسی فکر کے تحت قائم کی گئی "خلافت راشدہ" کے دور کو "عہد

رسالت مآبؐ کا ضمیمہ یا تتمہ بھی کہہ رہے ہیں۔ یہ تو خیر ایک تاریخی واقعہ ہے۔ اس پر مستزاد ہے کہ موصوف آج کی تحریک خلافت پیغمبر اکرمؐ کے بارے میں اسی مکتب فکر کے لازمی اتباع پر تاکیدا اصرار بھی کر رہے ہیں حالانکہ خلافت ہی کے عنوان سے حضور نبی کریمؐ کے وصال مبارک کے ذرا بعد مسلمانوں کے دو گروہ بلکہ دو مکاتب فکر کہنا زیادہ موزوں ہے' سامنے آگئے تھے۔ ایک طرف صحابہ کرامؓ کی اکثریت تھی دوسری طرف حضرت رسول اکرمؐ کے اہلبیتؑ ' آپکی بیٹی جناب فاطمہ الزہراؑ حضرت علیؑ جو صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ حضور اکرمؐ کی گود کے پالے چچازاد اور دلھا بھی تھے جن کے ساتھ چیدہ چیدہ صحابیؓ تھے۔ بہرحال ہم یہاں اس چودہ سو سالہ اختلاف کا فیصلہ سنانا نہیں چاہتے بلکہ صرف یہ تجویز پیش کرنا چاہتے ہیں کہ جس ملک و وطن میں موصوف ' خلافت رسول اکرمؐ کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں ' اس میں مکتب اہلبیتؑ کے پیروؤں کی ایک معتدبہ تعداد آباد ہے جنہیں اعتماد میں لے کر ہم اپنے مخالفین میں کمی کرنے کے ساتھ ساتھ اپنا دست وبازو مضبوط بھی بنا سکتے ہیں۔ ہماری رائے میں اس کا سادہ سا طریقہ یہ ہے کہ خلافت راشدہ کے لازمی اتباع پر اصرار کے بجائے عہد پیغمبر اکرمؐ' سنت 'کردار اور ارشادات حضور اکرمؐ کے اتباع کا زور شور سے اعلان کیا جائے۔ رہ گئی بات اہلبیتؑ اور صحابہ کرامؓ یا خلافت راشدہ کی تو اس بارے میں ایک معتدل سا خیال پیش کیا جاسکتا ہے کہ ان کے جو اقدامات متفقہ سنت کے مطابق ہیں 'ان کو آج کی خلافت کے راہنما اصولوں میں شامل کر لیا جائے اور متنازعہ یا مختلف فیہ معاملات میں روح عصر کے مطابق علماء کے اجتہاد سے استفادہ کیا جائے۔

محترم ڈاکٹر صاحب کی تائید میں ہماری بھی خواہش یہ ہے کہ "خلافت" جلد از جلد وطن عزیز میں قائم ہو اس لئے ہماری نظر اس کی فکری نشرو اشاعت کے علاوہ اس کے عملی نفاذ و قیام پر بھی ہے اور یہ رائے اس لئے پیش کی گئی ہے تاکہ اسی مرحلے پر ایسے اقدامات کئے جائیں کہ کل کلاں عملی نفاذ کے موقع پر پرانے اور چھوٹے اختلافات نئے اور بڑے نہ بن جائیں جو ہماری منزل کو دور کردیں (خاکم بدھن)!

موصوف کے صفحہ ۱۵ پر بیان کے ساتھ پورا اتفاق ہے صرف اس وضاحت کیساتھ کہ وطن عزیز کے اندر لسانی ' علاقائی ' رنگ و نسل اور مذہبی و ملکی لحاظ سے کسی کیساتھ امتیازی سلوک نہیں کیا جائیگا بلکہ مسلمان چاہے چترال کے کوہساروں پر رہائش پذیر ہو یا کراچی 'گوادر کے ساحلوں کا باسی ' اسی طرح چاہے شیعہ مسلمان ہو چاہے سنی ' سب کے حقوق برابر ہوں گے ۔ یہی تصور ان شاء اللہ ہمیں آفاقی قومیت کی طرف پہنچائیگا۔ رہ گیا غیر مسلمانوں کا مسئلہ تو ڈاکٹر صاحب کا موقف سو فی صد درست ہے۔

اجتماعی خلافت

اس بارے میں ڈاکٹر صاحب نے صفحہ ۱۸ پر بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ہر بالغ مسلمان عورت اور مرد کے بارے میں جو طریقہ بیان فرمایا ہے ' وہ مناسب ہے البتہ اس میں یہ شرط لازمی ہونی چاہیے کہ ان مسلمانوں کو خلیفہ یا اراکین مجلس منتخب کرنے کے لئے اسلامی معلومات ہونی چاہیں ۔ انہیں یہ شعور دیا جائے کہ اس شخص کے حق میں رائے دیں جو اسلام کی بالادستی کے قیام میں ممد و معاون ہو ' جو قرآن و سنت کے نفاذ و ترویج کے لئے کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو ۔ وہ صرف ہمارے دنیوی مسائل حل کرنے کی قابلیت سے بہرہ ور نہ ہو بلکہ اسلام کے مقامی بلکہ بین الاقوامی مسائل حل کرنے کا عزم و استعداد بھی رکھتا ہو ۔ مختصر یہ کہ عام مسلمانوں کا شعور ہی ہمیں مطلوبہ قیادت فراہم کریگا ۔ طریقہ ہم کوئی بھی اختیار کر لیں' جب تک عوام الناس کی تربیت اور بیداری و شعور کا مرحلہ طے نہ ہو خلافت کے قیام کی منزل تک ہماری رسائی مشکوک رہے گی۔

قانون سازی یا اجتہاد

اس بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ یہ کام ہما شما کا نہیں اور نہ ہی ہمارے ملک کے عام علماؑ و مفتیوں کے بس کا ہے ۔ البتہ علم و ادراک قرآن و سنت کی بلند پایہ منزل پر فائز جید علما کا ہے مگر ان کی دستیابی ایک امر محال ہے لہٰذا اس کا طریقہ یہ ہے کہ قومی و صوبائی مجلس کے امیدواروں کے لئے ایک معیار استعداد عملی و کرداری (Qualification) مقرر کیا جائے جس میں سے کم از کم قرآن و سنت اور اسلامی قوانین کے مبادی سے واقفیت ہو ' مروجہ ضروری علوم سے بھی واقفیت ہو ۔ یہ مجلس مجتہدوں اور مفتیوں کے ایک اعلیٰ ادارے کی نگرانی میں کام کرے جس کے اراکین قرآن و سنت سے استنباط احکام کرنے میں ید طولیٰ رکھتے ہوں۔

قانون کے نفاذ و اجراء کے ذیل میں موصوف نے جو خاصۃً انگریز کی اصطلاح میں "پبلک ویرسنل" کا ذکر کیا ہے ' یہ قرآن و سنت کے پس منظر میں اجنبی و غیر مانوس تصور ہے۔ صفحہ ۲۵ پر موصوف نے اسلامی جمہوریہ ایران میں موجودہ اسلامی نفاذ کو بھی اسی کیمرے سے دیکھا ہے۔ بات یہ ہے اور جو ایران میں مکتب امامیہ کے تحت کیا گیا ہے کہ ریاستی سطح پر اسلام نافذ ہے فقہ یا مسلک نہیں یعنی مسلمات جو جملہ فرقوں کے درمیان متفقہ اور مسلمہ ہیں ان کا نفاذ سب پر ہے' باقی امور جن جن مسائل اور جس جس کیفیت میں پیش آتے ہیں متعلق افراد کے مسلک و مذہب کے مطابق عمل کیا جاتا ہے ۔ یعنی ریاستی امور قانون سازی مجلس کی رکنیت اور استفادہ و سائل میں بلا تفریق مسلک و مذہب سب مسلمان یکساں طور پر شریک ہیں البتہ ان کا طرز عبادت ' نکاح طلاق اور لین دین اپنے اپنے مسلک کے مطابق ہے ' بلکہ نجی معاملات کے علاوہ بھی کہیں کسی ضلع تحصیل یا شہر کی سطح پر کہیں مسلک کے اختلافات کیوجہ سے کوئی مشکل پیش آتی ہے تو متعلقہ علاقے کے لوگوں کی صوابدید پر مجموعی یا کسی ایک مسلک کے مطابق

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کا مقصد بعثت
ڈاکٹر اسرار احمد
مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
اشاعت خاص -/۲۰ روپے عام -/۱۰ روپے

قرآن حکیم کی سورتوں
کے مضامین کا
اجمالی تجزیہ
ڈاکٹر اسرار احمد
مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
اشاعت خاص -/۴۰ روپے ' عام -/۲۰ روپے

افراط زر نے ترکی لیرے کو لیرے لیرے کردیا ہے!

استنبول میں پہلا کھانا ہم نے پہلوان کے ہوٹل سے کھایا

اقتدار احمد

دو عظیم الشان معلق پل جو ایشیا کو یورپ سے ملاتے ہیں۔

اپنی آزاد مرضی سے استنبول کی یہ پہلی جھلک میں نے آنکھوں میں سمیٹی تھی۔ مجھ جیسے نام نہاد سیاحوں کو سیرو سیاحت سے اور لینا بھی کیا ہوتا ہے۔ آنکھیں میری' باقی ان کا۔ اس میں بھی یہ پابندی ہو کہ وہی کچھ دیکھو جو گائیڈ دکھانا چاہ رہا ہے تو سفر کی جھنجھٹ مول لینے کی ضرورت ہی کیا ہے!۔

میں واپس اپنے کمرے میں آیا تو "روم سروس" کے ذریعے ہوٹل کی مدد سے برادر محترم قبلے کے رخ کا تعین اور جائے نماز کا انتظام کرچکے تھے۔ ظہر اور عصر کی قصر نمازیں اکٹھی پڑھنے کے بعد انہوں نے اس کھڑکی سے پردہ کھسکانا شروع کیا جو کمرے کی پوری چوڑائی میں دوہرے پرت کے پیچھے چھپی ہوئی تھی اور میں نے اپنی نمازیں ادا کیں۔ کھڑکی کے پار ایک خوبصورت منظر ہماری نظروں کے سامنے کھلا پڑا تھا۔ آبنائے باسفورس اور اس میں آتے جاتے چھوٹے بڑے جہازوں کی قطاریں جن کا راستہ کاٹ کر مشینی کشتیاں اور بجرے ٹیکسیوں اور بسوں کی طرح باسفورس کی چوڑائی کو بڑی پھرتی سے عبور کررہے تھے ۔ شہر کے باسی ایشیا اور یورپ کے درمیان حائل اس ذرا سے فاصلے کو یوں زیادہ آسانی سے طے کرتے ہیں ورنہ اس عظیم معلق پل کے ذریعے باسفورس کو پار کرنے میں کئی منزلیں مارنی پڑتی ہیں جو ہمیں بائیں ہاتھ نظر آرہا تھا۔ اس کی بلندی کا کیا ٹھکانا' بڑے سے بڑے جہاز ٹوپی سنبھالے بغیر نیچے سے گزر جاتے ہیں۔ نیویارک اور سان فرانسسکو کے پلوں کی ٹکر کا ہے۔ ایسا ہی ایک اور پل ذرا فاصلے پر ہے جس پر سے ایشیا کو یورپ سے ملانے والی موٹروے گزرتی ہے۔ کھڑکی سے ہٹنے کو جی نہیں چاہتا کیونکہ باسفورس کا منظر بھی کم جاذب نظر نہیں اور اس کے پار استنبول کا ایشیائی حصہ بھی دور سے بڑا ہی دلکش لگتا ہے۔ میں نے سوچا کہ دور کے جلوے کی یہ اضافی سہولت تو کمرے کے ساتھ مفت ملی ہے اور ہمیں ہردم میسر رہے گی' کیوں نہ نیچے جاکر یہاں کی زندگی کا قریب سے مشاہدہ جاری رکھا جائے۔

آمنے سامنے چار تیز رفتار لفٹیں مسلسل حرکت میں تھیں۔ صرف ایک بٹن دبایئے' نہیں صرف انگلی سے چھونے کی ضرورت تھی اور خیال بس اتنا رکھنا پڑتا کہ اوپر جانا ہے تو اس بٹن کو چھونا ہوگا جس پر تیر کا نشان اوپر کی طرف ہے اور نیچے جانا ہو تو اسے جس پر تیر کا رخ نیچے کی جانب۔ چاروں میں سے کوئی ایک آن کی آن میں حاضر ہوجاتی تھی۔ میں نیچے پہنچ کر استقبالیہ کاؤنٹر کے سامنے سے گزر کر لاؤنج میں بیٹھنے کی نیت سے بڑھا ہی تھا کہ اس گائیڈ سے ملاقات ہوگئی جس کے ساتھ ایئرپورٹ سے ہوٹل تک کا راستہ کٹا تھا۔ اس نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے روک کر کہا۔ " آپ کا تعلق پاکستان سے ہے نا۔ فارغ ہیں تو آیئے ذرا اکٹھے بیٹھیں"۔ میں تو خود چاہتا تھا کہ کسی مقامی شخص سے ملاقات ہو جس سے لفظوں کی زبان میں بات ہوسکے۔ ہم ایک جانب ذرا پیچھے پڑے ہوئے کاؤچ پر جا بیٹھے جہاں نسبتاً" سکون تھا۔ " میں نے ٹھیک پہچانا اور آپ دونوں بھائی بھی تو ہیں!۔ پاکستان کے کس شہر سے آئے ہیں؟"۔ " لاہور سے" میں نے جواب دیا اور پھر بڑی دیر تک ہم محو گفتگو رہے جس کے دوران ڈاکٹر خورشید ملک ہمارے قریب سے گزرے تو ذرا رک کر مسکراتے ہوئے مجھے ایک جملے کی نوک پر رکھتے دوسری جانب کو لپک گئے۔ وہ کنونشن کے منتظمین میں سب سے مصروف آدمی تھے۔ ابراہیم پرلی سے (کہ یہی میرے ہم جلیس کا نام تھا) کھل کر باتیں ہوئیں۔

راستے میں ایک لبنانی ڈاکٹر نے ابراہیم کو طعنہ دیا تھا کہ تم لوگوں نے اپنی زبان کا رشتہ عربی سے توڑ لیا۔ ایسی باتوں کو چٹکیوں میں اڑا دینا گائیڈ کی بنیادی تربیت میں شامل ہوتا ہے لیکن میرے سامنے اس نے قلق کا اظہار کیا۔ " آپ کی زبان بھی تو عربی نہیں" ۔ " ہاں" میں نے کہا" ہم اردو بولتے ہیں اور یہ نام تمہاری ترکی سے ماخوذ ہے"۔ " تو مسلمان ہونے کا یہ مطلب کیسے ہوا کہ ہماری بولی بھی عربی ہو" ۔ " نہیں یہ ضروری نہیں لیکن کیا یہ بات تو تمہیں معلوم ہے کہ اصل قرآن عربی زبان میں ہے' احادیث کا قیمتی ذخیرہ عربی میں ہے اور' ہمارا کلمہ عربی میں ہے' اذان عربی میں' نماز عربی میں --- تو ان کا صحیح لطف اٹھانے اور پورا فائدہ حاصل کرنے کے لئے عربی سیکھنے کی کوشش تو کرنی چاہیے"۔ میں نے سمجھانے کے انداز میں کہا تو وہ موم ہوگیا۔ " ہاں' یہ تو ہے۔ اس حد تک مجھے اتفاق ہے"۔ پھر اسلام پر بات ہوئی۔ میں نے دین اور مذہب کا فرق اس پر واضح کیا' کچھ پس و پیش کے بعد اسے سیکولرازم کے محاذ سے بھی پسپائی اختیار کرنی پڑی۔ میں نے محسوس کیا کہ گفتگو کے اس مرحلے میں وہ پیشہ ور ٹورسٹ گائیڈ نہیں رہا' میرا ایک مسلمان بھائی بن گیا تھا جو اپنی شناخت سے محروم ہوگیا ہے۔ اور تو اور اتاترک پر وہ میری ہلکی پھلکی تنقید بھی برداشت کرگیا۔ اس کی خواہش تھی کہ ان دنوں میں جب بھی موقع ملے ہم اکٹھے بیٹھا کریں۔ وہ ایشائی ترکی یعنی اناطولیہ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا اور پلا بڑھا تھا۔ بچپن میں بھیڑیں بکریاں بھی چرائیں اور بڑی مشکل سے تعلیم حاصل کرسکا۔ زندگی بھر سکول ٹیچر رہا اور اب ریٹائرمنٹ کو قریب دیکھ کر اس نے محکمہ

سیاحت کے اداروں سے ضروری تربیت حاصل کی اور گائیڈ کا لائسنس بھی بنوالیا تھا۔" دو بچے ہیں ' بیٹی انجینئرنگ کے آخری سال میں ہے ' بیٹے کو ڈاکٹر بننے میں تین سال اور لگیں گے ۔ پھر وہ اپنی اپنی راہ لیں گے ' ہم میاں بیوی کو زندگی کے باقی دن گزارنے کے لئے کچھ تو کرنا ہے"۔ یہ تھی اس کی رام کہانی کے آخری حصے کا خلاصہ!۔ ابراہیم یرلی نے مجھے اپنے گھر کا ٹیلی فون نمبر بھی دیا۔ اس سے مجھے موجودہ ترکی کے بارے میں بڑی قیمتی معلومات حاصل ہوئیں تھیں۔

ہوٹل کے لاؤنج میں تو بجلی کے قمقموں کی وجہ سے رات دن میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہوتا۔ میں نے نظر بھر کے پیچھے قد آدم شیشوں کے پار دیکھا تو شام کے سائے گہرے ہوتے محسوس ہوئے۔ گھڑی آٹھ بجا رہی تھی۔ ابراہیم سے رخصت ہو کر میں نے گول سیڑھیاں طے کیں اور بال روم فلور پر واقع عارضی مسجد کے دروازے پر پہنچ کر نوٹس بورڈ سے نمازوں کے اوقات دیکھے تو پتہ چلا کہ مغرب ساڑھے آٹھ بجے ہوگی۔ فوراً واپس اپنے کمرے میں آیا۔ برادر محترم تیار تھے کہ کھڑکی سے انہوں نے بھی رات کو دن کا تعاقب کرتے دیکھ لیا تھا۔ انہیں نماز کا وقت بتا کر میں نے وضو کیا اور ہم دونوں اکٹھے ہی نیچے اتر آئے۔ مغرب کی باجماعت نماز کے لئے دیکھتے ہی دیکھتے پچاس ساٹھ مسلمان ڈاکٹروں اور پندرہ بیس خواتین کا "مسجد" میں اجتماع ہوگیا۔ ساڑھے آٹھ بجے تو ایک صاحب نے اذان دی جو امریکہ سے تشریف لائے تھے۔ اذان کا وہی امریکی سٹائل جس میں آواز اس کمرے سے باہر نہیں نکلتی جہاں نماز کا اہتمام ہوتا ہے۔ اقامت کہنا اس کے بعد محض رسم نبھانا رہ گیا تھا جو نبھا دی گئی لیکن پھر برادر محترم نے امامت کی تو ان کی قراءت میں وہی گھن گرج تھی جو کلام ربانی کا خاصہ اور ان کے اپنے ذوق و شوق کی علامت ہے۔ ساتھ ہی عشاء کے دو فرضوں کی جماعت بھی ہوگئی اور پھر ذرا سی دیر میں عشاء کے باقی ماندہ انفرادی حصے سے فارغ ہو کر وہ نمازیوں کے گھیرے میں آگئے۔ پیچھے ذرا فاصلے پر خواتین کی صفیں بھی درہم برہم ہوچکی تھیں تاہم ان کے کمرے سے نکل جانے تک مردوں نے دروازے کا رخ نہیں کیا۔

کنونشن کے شرکاء کی اکثریت اب تک استنبول پہنچ چکی تھی۔ اکا دکا حضرات و خواتین اگلے روز صبح متوقع تھے۔ معلوم ہوا کہ اب تک آئی ایم اے کے استقبالیہ پر اپنی آمد درج کروانے والے مہمانوں کی تعداد لگ بھگ چھ سو تھی۔ ان میں کچھ ڈاکٹروں کے غیرپیشہ ور اہل خانہ کی تعداد بھی اگرچہ شامل تھی لیکن کچھ بہت زیادہ نہیں۔ مرد و خواتین ڈاکٹروں سے ہی اس بزم کی اصل رونق تھی۔

ڈاکٹر خورشید ملک نے ہمارا تعارف ایک نوجوان پاکستانی ڈاکٹر سے کرایا۔ طارق چیمہ ماڈل ٹاؤن لاہور کے رہنے والے ہیں ' اسلامی جمعیت طلبہ سے منسلک رہے اور طب کی تعلیم کے لئے استنبول آئے تھے۔ ڈگری لینے کے بعد اب سپیشلائزیشن کر رہے ہیں اور منزل ان کی بھی تا حال تو امریکہ ہے جہاں سے مزید پڑھ لکھ کر پاکستان واپسی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اللہ اس ارادے پر قائم رکھے جو بڑی عزیمت کی بات ہے۔ میرے والد مرحوم کے تایا زاد بھائی کے صاحبزادے --- انگریزی محاورے میں سیکنڈ کزن-- ساٹھ کے عشرے کے آخری برسوں میں جب میرا قیام کراچی میں تھا ' بہت قریب آگئے تھے۔ الیکٹریکل انجینئرنگ میں ڈپلومہ کر کے محکمہ ٹیلی فون میں ملازمت کی اور اپنے پورے خاندان کے ساتھ کراچی میں ہی بس گئے تھے۔ بہت نفیس بلکہ نستعلیق نوجوان تھے ' بہتر مستقبل کے لئے انہوں نے بڑی جدوجہد کی اور ظاہر ہے کہ اپنا گھر بسانے کی بات تو وہ ابھی سوچ بھی

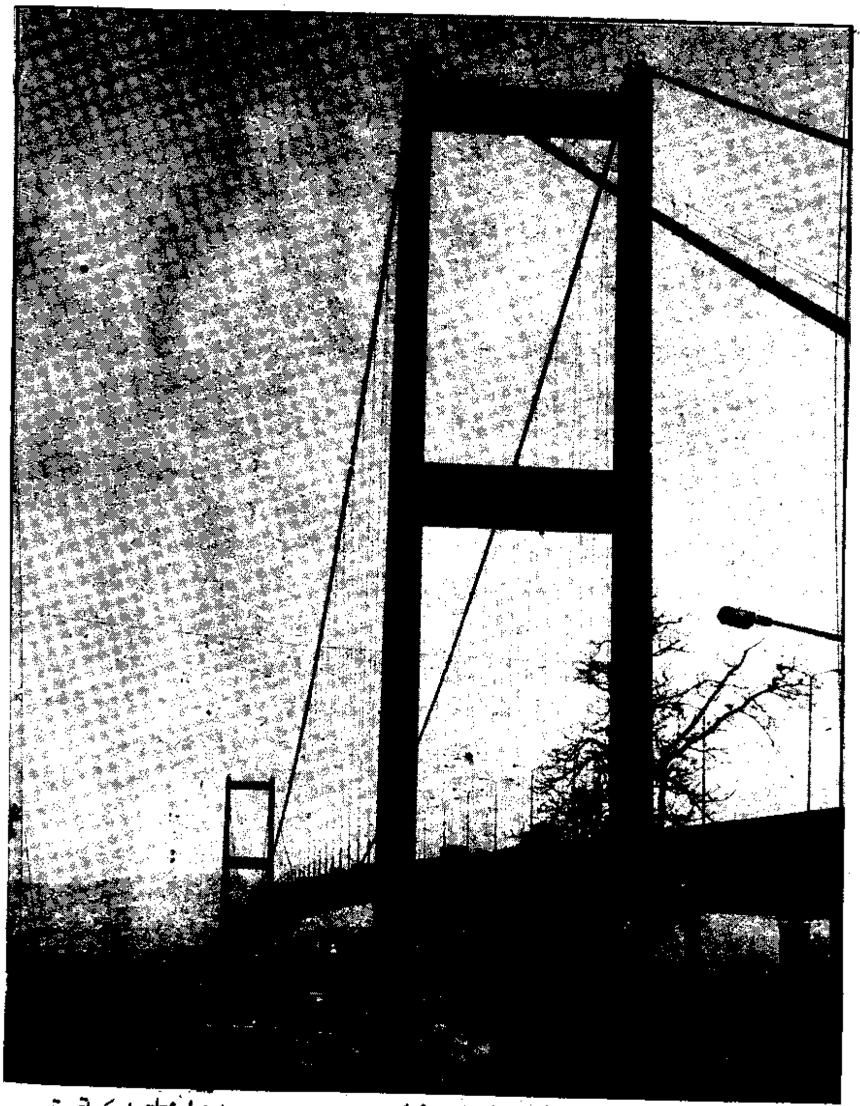

استنبول میں آبنائے باسفورس کو عبور کر کے ایشیا کو یورپ سے ملانے والے پہلے معلق پل کی تعمیر تین سال میں مکمل ہوئی اور ۱۹۷۳ء میں یہ پہلا زمینی رابطہ بنا۔ پل کی کل لمبائی ڈیڑھ کلو میٹر سے کچھ بڑھ کر ہے جبکہ معلق حصے کا طول ایک کلو میٹر سے ڈھائی سو فٹ سے زیادہ ہے۔ پانی کی سطح سے اس کے زیریں حصے کی اونچائی دو سو پندرہ فٹ اور جن دو ستونوں سے پل دو فٹ موٹے دو رسوں کے ذریعے لٹکا ہوا ہے ' ان کی بلندی پل سے پانچ سو فٹ ہے جبکہ ہر رسہ ۱۰۳۴۴ پکے فولاد کی جستی تاروں کو بل دے کر بنایا گیا۔ یہ دنیا کا پانچواں طویل ترین معلق پل ہے ' پہلے چار بلحاظ طوالت معلقہ ترتیب وار یہ ہیں: (۱) برطانیہ کا ہمبر برج۔(۲) نیویارک کا ویرازانو پل۔ (۳) سان فرانسسکو کا گولڈن گیٹ اور (۴) مشی گن کا میٹناک برج۔ اس پل سے گزر کر چھ رویہ موٹر وے ایشیا سے یورپ میں داخل ہوتی ہے۔ دوسرا معلق پل بعد میں بنایا گیا جو نسبتاً کم لمبا ہے اور استنبول شہر کے ایشیائی اور یورپی حصوں کے درمیان شہری ٹریفک کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

نہ سکتے تھے۔ سنا کہ اپنا تعلیمی معیار بہتر بنانے کے لئے اے ایم آئی ای کر رہے ہیں جو گھر بیٹھے تعلیم حاصل کر کے ڈگری کی متبادل اہلیت منوانے کا ـــــ مشکل بہت مشکل لیکن پاکستان میں ایک ہی میسر ذریعہ تھا تو بڑی خوشی ہوئی۔ ان سے خاصی میل ملاقات تھی ' ہمت افزائی کی کہ ہاں ' ہمت مرداں مدد خدا۔ کچھ دنوں بعد وہ میرے پاس آئے اور کہا کہ امریکہ جانے کا ارادہ کر چکے ہیں کیونکہ یہاں تو ترقی کا راستہ تقریباً مسدود ہے ' وہاں پہنچ کر محنت مزدوری کے ساتھ تعلیم حاصل کر کے فوراً لوٹ آئیں گے۔ کرائے اور ابتدائی اخراجات کے لئے جو رقم درکار تھی اس میں صرف چھ ہزار روپے کی کمی رہ گئی تھی اور یہ کمی وہ مجھ سے قرض لے کر پوری کرنا چاہتے تھے۔ میں نے کہا کہ عزیز بھائی بختیار! چھ ہزار روپے اللہ کے فضل سے میرے لئے کوئی بڑی رقم نہیں لیکن جانتا ہوں کہ تم واپس نہیں آؤ گے۔ میں تم جیسے سعادتمند نوجوان کو امریکی معاشرے کے حوالے نہیں کرنا چاہتا ' تمہیں اس خیال کو ترک کر دینے کا مشورہ دیتا ہوں ورنہ کم از کم اس جرم میں شریک نہیں ہو سکتا۔ بے چارے مایوس اور محجوب سے ہو کر اٹھے اور کچھ ہی دنوں بعد بھاگ دوڑ کر کے اپنے خوابوں کی جنت میں جا ہی پہنچے

اسی زمانے میں میری کمپنی میں ملازم ایک انجینئر صاحب نے بتایا کہ ان کا بھانجا ایم بی بی ایس کر چکا ہے اور اب امریکہ جانے کے لئے ان سے بارہ ہزار روپے ادھار مانگ رہا ہے۔ وہ بھانجے کو تو ٹکا سا جواب دے دیتے لیکن اکلوتی بہن کے سوال نے چکرا کر رکھ دیا ہے۔ ان کی خواہش تھی کہ یہ رقم میں دے دوں جو ان کا عزیز امریکہ میں آمدنی کی سبیل پیدا ہوتے ہی براہ راست مجھے واپس کرنا شروع کر دے گا ـ واپسی کی امید پر نہیں ' محض اپنے سینئر رفیق کار کا دل رکھنے کو وہ رقم میں نے کسی پس و پیش کے بغیر انہیں دے دی۔ ان کے اپنے لچھن مجھے معلوم تھے اور بھانجے صاحب سے بھی کوئی توقع عبث تھی لہٰذا محض بارہ ہزار کا خطرہ مول لینے کی بات تھی جو بڑی نہ لگی۔ کئی سال بعد مجھے محض ایک قسط تین ہزار روپے کی وصول ہوئی اور آگے آیت۔ میں نے کب وصولی کی امید میں دیا تھا جو ملال ہوتا۔ پندرہ سال بعد بختیار سے پہلی ملاقات ہوئی۔ وہ امریکہ ' امریکہ سے کینیڈا اور پھر واپس امریکہ آکر بس گئے۔ کینیڈا کی قومیت بھی لی تھی اور اب امریکی شہری ہیں۔ پاکستان واپسی کا سوچ بھی نہیں سکتے ' اگرچہ والدین کے حقوق کی ادائیگی کی حتی الوسع کوشش کرتے ہیں۔ میں نے انہیں اپنی بات یاد دلائی اور یہ بھی کہ وہ خود کتنے خلوص سے یقین دہانی کراتے رہے تھے کہ امریکہ انہیں پاکستان سے چھین نہ سکے گا۔ کھسیانی ہنسی کے ساتھ ان کا جواب تھا " اقتدار بھائی ' اب آپ سے کیا کہوں ' فرق تو آپ نے خود بھی دیکھ لیا ہے "۔

اس بات کو بھی اب چھ سال ہونے کو آتے ہیں اور میں ایک بار لاس اینجلس میں دو دن ان پر میزبانی کا بوجھ بھی ڈال آیا ہوں۔ ان کی بیگم پاکستان سے ایکسپورٹ ہوئیں ' ورکنگ وومین ہیں۔ میاں بیوی مل جل کر گھر کی گاڑی کھینچتے ہیں جس پر اب ایک پیارے سے بیٹے اور ایک چنچل بچی کا بوجھ بھی ہے۔ میں نے کہا کہ کیا " بچے دو ہی اچھے " پر عمل کر رہے ہو تو کہنے لگے کہ " میری تو خواہش ہے کہ خاندان کی روایت کو زندہ رکھوں لیکن بیگم نہیں مانتیں۔ وہ اگرچہ صرف چار گھنٹے کام کرتی ہیں لیکن آپ جانیں یہاں جاب کے ساتھ گھر داری اور بچوں کا سنبھالنا کوئی خالہ جی کا گھر ہے!"۔ سنڈے کے سنڈے چاروں چند گھنٹے کے لئے مسلم سینٹر چلے جاتے ہیں ' ان کی پاکستانیت اور دین و مذہب دل سے عزیز ہونے کے باوجود عملاً یہیں تک ہے۔ اللہ بس باقی ہوس۔ بچوں کی اٹھان لاس اینجلس کے خطرناک حد تک مخلوط معاشرے میں جیسی ہو سکتی ہے ' ظاہر ہی ہے۔ مخلوط اس معنی میں بھی جو مغربی تہذیب کے ساتھ خاص ہے اور اس اعتبار سے بھی کہ دنیا بھر کی نسلیں وہاں جمع ہو گئی ہیں ' گوری ' کالی ' زرد اور " چپٹی " بھی۔ مشرق بعید سے تعلق رکھنے والوں کے لئے " چپٹے " کی اصطلاح بختیار بھائی ہی استعمال کرتے ہیں۔

ڈاکٹر طارق چیمہ برادر محترم سے تعارف حاصل کر کے بہت خوش ہوئے۔ کہنے لگے کہ آپ تو ظاہر ہے کہ مجھے نہیں جانتے لیکن میں نے لاہور میں سالہا سال آپ کو سنا اور دل سے بہت قریب رکھا ہے۔ جمعیت سے تعلق کی وجہ سے حجاب تھا ورنہ آج آپ کے لئے اجنبی نہ ہوتا۔ وہ آئی ایم اے کی نئی نئی مقامی شاخ کی جان تھے اور کنونشن کے انتظامات میں بھی ان کا حصہ کم نہ تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ ذاتی خدمت کا کوئی موقع نکلے تو انہیں ضرور یاد کیا جائے۔ استنبول پہنچ کر انہوں نے پہلے ترکی زبان سیکھی تھی کیونکہ وہاں ذریعہ تعلیم انگریزی نہیں۔ دن بھر تو وہ لپک جھپک کرتے نظر آتے ہی رہے۔ اپنی قیام گاہ کا ٹیلی فون نمبر بھی ہمیں دیا جس کی ضرورت ہمیں پیش بھی آئی۔ اس مسافرت میں ان کی معاونت نے بڑی سہولت پیدا کی ـ اللہ جزائے خیر دے۔ ان سے ملاقات نہ ہوئی ہوتی تو ہم تین چار لاکھ ترکی لیرے کی صرف چائے ہی اپنی جیب خاص سے ان چھ سات دنوں میں پی جاتے۔ پہلی دفعہ کمرے میں چائے منگائی تو چائے دانی میں سے کالے سیاہ سیال کا صرف ڈیڑھ کپ نکلا جبکہ ہم نے منگائی دو آدمیوں کے لئے تھی۔ دودھ ساتھ نہ تھا۔ چائے تو خیر زہر مار کرنی ہی تھی لیکن اڑتیس ہزار لیرے کا بل نگلنے میں بڑی دشواری ہوئی جو دستخط کر کے ہم نے واپس کر دیا۔ طارق چیمہ سے اپنی یہ مشکل بیان کی تو وہ گھر سے لپٹن کے "ٹی بیگ" اٹھا لائے اور بتایا کہ آپ صرف دو خالی کپ اور ابلتا ہوا پانی طلب کیا کریں جو بلاقیمت ملے گا۔ مفت راچہ گفت ' ہم نے اس ترکیب کو خوب استعمال کیا۔ "بوائلنگ واٹر" کے ساتھ چینی کی پڑیاں بھی ہوتی تھیں اور آخری ایک دو بار کے سوا دودھ دانی میں کھولتا ہوا وافر دودھ بھی ساتھ آتا رہا ـــــ اور یہ سب کچھ بالکل مفت تھا۔ ہے نا بے تکی بات!۔ طارق چھٹیوں میں عنقریب پاکستان آنے والے ہیں۔ ہم انہیں ندائے خلافت کی پوری فائل اور تنظیم کے انگریزی لٹریچر کا ایک سیٹ دے کر آئے ہیں۔ ان شاء اللہ ملاقات ہو گی۔ میں نے یہاں سے انہیں لکھا ہے کہ آپ ملنے تو ضرور آئیں گے ' تنظیم کی دعوت اور پروگرام نے کچھ کر گزرنے کا جذبہ بھی پیدا کیا ہو تو گفتگو کے لئے ذرا زیادہ وقت نکال کر لائیے گا۔

دوپہر کو تو پی آئی اے نے خوب کھلا پلا کر رخصت کیا ' اب بھوک ستانے لگی تھی اور ہم منتظر تھے کہ کنونشن کے مدار المہام ڈاکٹر خورشید ملک اب کوئی کام کی بات بھی کریں گے جو انہیں اللہ میاں نے بروقت ہی سجھادی۔ کہنے لگے کہ آیئے ذرا باہر ٹہلتے ہیں ' پہلوان کے ہاں کھانا بھی کھائیں گے۔ بھوکے کو کیا چاہیے ' دو روٹیاں ـــــ وہ ایک سال پہلے کنونشن کے انتظامات کے سلسلے میں استنبول میں چند دن گزار گئے تھے اور اس دفعہ ہم سے صرف تین گھنٹے پہلے یہاں پہنچنے کے باوجود فوجی اصطلاح میں خاصی " ریکی " کر چکے تھے۔ گزشتہ برس انہوں نے اپنے سفر ترکی کی مجھے مختصر روداد سنائی تھی جس کا یہ حصہ دل میں تیر کی طرح ترازو ہو کر رہ گیا کہ ان کے اعزاز میں ایک استقبالیہ ترتیب دیا گیا (غالباً " اسی سیاحتی کمپنی وی آئی پی کی طرف سے ہو گا) جس میں مغرب کا وقت بھی آتا تھا۔ دوسری نمازیں تو مسافر آگے پیچھے کر لیتا ہے ' مغرب کی نماز میں یہ آسانی میسر نہیں ہوتی چنانچہ انہوں نے ساتھ بیٹھے ہوئے میزبان سے سرگوشی کی کہ حضرت! نماز قضا ہو رہی ہے۔ ان کے فرشتوں کو بھی اس کا احساس نہ تھا ' چونک اٹھے اور ڈاکٹر ملک کی طرف ایسے شکائت بھرے انداز میں دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں کہ بھری بزم میں آپ یہ کیا حرکت کرنے لگے ہیں۔ پھر ایک ہاتھ سے ان کی ران پر وزن ڈالتے ہوئے منہ ان کے کان کے قریب لا کر کہا کہ آرام سے بیٹھے رہیے ' میں کسی بہانے اٹھ کر جاتا ہوں ' انتظام کر کے اشارہ کر دوں گا۔ اور یوں تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر ملک نے ایک کونے میں گویا چوری چھپے نماز ادا کی۔

ہم دونوں ڈاکٹر ملک ' ڈاکٹر قدیر ' ڈاکٹر طارق چیمہ اور آئی ایم اے میں ڈاکٹر ملک کے ایڈی کانگ

قیم چودھری کی معیت میں خراماں خراماں پہلوان کے ریستوران کی طرف روانہ ہوئے جو بہت ہوا تو دو سو گز کے فاصلے پر ہوگا البتہ دو معروف سڑکیں ہمیں پار کرنی پڑیں ۔ خیال تھا کہ ریستواران کا مالک کوئی کیم شحیم شخص ہوگا جس کی رعائت سے ہمارے احباب نے اس کے مطعم کو پہلوان ہوٹل کہنا شروع کردیا ہے لیکن وہاں پہنچ کر تو سائن بورڈ پر پہلوان ہی لکھا ہوا تھا ' ریستواران کے لئے کوئی اور لفظ ترکی زبان کا تھا جو ہمارے پلے نہ پڑا ۔ مالک یا مینیجر نے ہماری جماعت کا بڑے اعزاز سے استقبال کیا جس میں تین بے حجاب اور دو ذرا شرمیلی سی داڑھیوں کے جلو میں صرف ایک کلین شیو چہرہ تھا ۔ ڈاکٹر طارق تاحال اس علامت سے تہی ہیں ۔ یہ ایک صاف ستھرا سیلف سروس ریستوران تھا ۔ آپ کاؤنٹر سے گزرتے ہوئے سب سے پہلے ایک ٹرے اٹھایئے اور پھر شوکیس میں سلیقے سے سجے ہوئے ماکولات و مشروبات کے نام لیتے جایئے یا ہماری طرح اشارے سے گزارا کر لیجئے ۔ وہ چیزیں سیلزمین آپ کو تھماتا چلاجائے گا جو آپ ٹرے میں رکھ کر اسے ریلینگ پر دھکیلتے جایئے ۔ کاؤنٹر کے آخر میں کیش رجسٹر کی مشین ہے جس پر ایک کارندہ آپ کی ٹرے کا ایک ہی نظر میں جائزہ لے کر مشینی انداز میں ہی ہاتھ چلائے گا اور کیش رجسٹر سے سر نکالتے پیپر سکرول سے ایک پرچی پھاڑ کر آپ کے حوالے کردے گا جس میں درج رقم اس کے حوالے کر کے آپ جایئے اور اپنی پسند کی کسی میز پر براجمان ہوجایئے ۔ ٹرے صاف ستھری وردی میں ملبوس کوئی نوجوان آپ کے سامنے لاکر رکھ دے گا ۔ شفاف پلاسٹک کے گلاس میں مہربند پانی بھی یہاں تو خریدنا پڑا ' چھوٹے عوامی ہوٹلوں میں شاید مفت ملتا ہو ۔ کھانے کا انتخاب کرتے ہوئے وہ پریشانی لاحق نہیں تھی جو یورپ اور امریکہ میں ہمیں بھوکا مارتی ہے ' ترک بھائی بھی غالب کی طرح آدھے مسلمان تو ہیں ' شراب پیتے ہیں سور نہیں کھاتے ۔

برادر محترم نے تو ایک دنیا دیکھی ہے ' میرے لئے بھی یہ کھانے اپنی ظاہری شکل و صورت کے اعتبار سے نامانوس نہ تھے ۔ لیبیا میں مصری اور فلسطینی دوستوں کے گھروں میں اور بیروت میں شیخ مصطفےٰ ی کی دعوت میں جو زندگی بھر یاد رہے گی ' ان سے ملتی جلتی چیزیں کھائیں اور پسند کی تھیں ۔ اندازہ نہ ہونے کے باعث ہم ضرورت سے کچھ زیادہ ہی لے بیٹھے تھے لیکن کھانے کی لذت نے جو سرخ مرچوں اور گرم مصالحے کے استعمال کے بغیر پیدا کی جاتی ہے ' بڑی رغبت سے ٹرے صاف کرادی اور خاصی دیر بعد سونے سے پہلے تک پیٹ میں کوئی گرانی بھی محسوس نہ ہوئی ۔ ہمارے ہاں جس روٹی سالن کا تصور ہے اور سالن بھی وہ جو چکنائی ' سرخ مرچ اور گرم مصالحے کے بغیر بے رنگ اور بے ذائقہ رہتا ہے ' اس کا چلن طور خم کی سرحد تک ہے ۔ افغانستان میں گوشت اور اس کی چربی کا استعمال زیادہ ہوگا ' ایران کا کوئی تجربہ نہیں لیکن اس سے آگے بالعموم روٹی میں سالن اور سالن میں روٹی یا چاول باہم دگر پیوست ہوتے ہیں ۔ ان علاقوں میں لوگ ہماری طرح گرم اور مشتعل مزاج بھی شاید اسی لئے نہیں ہوتے کہ گرم مصالحے کا استعمال برائے نام ہے ۔ مرچ مصالحہ لگا کر بات کرنے کا رواج بھی یہاں جیسا نہیں ۔ ایک اور موقع پر خود ادائیگی کی تو اندازہ ہوا کہ اس کھانے کی کل قیمت ڈاکٹر ملک کو تقریباً دو لاکھ ترکی لیرا پڑی ہوگی ۔

ترکی لیرے کے ذکرے نے قارئین کو دوسری بار چونکایا ہوگا ۔ دراصل ترکی کے سکے لیرا کی ناقدری کا عالم اب ناگفتہ بہ ہوچکا ہے ۔ افراط زر ' مغرب بالخصوص امریکہ کی امداد اور قرضوں پر انحصار اور درآمد شدہ اشیائے صرف کے بے تحاشا استعمال نے جمہوریہ ترکی کی معیشت کو درہم برہم کر کے رکھ دیا ۔ میں ماہر معاشیات تو ہوں نہیں جو مالیات کی مخصوص اصطلاحات میں بات کر کے صغریٰ کبریٰ جوڑ سکوں ' جو سنا اور دیکھا وہی بیان کررہا ہوں ۔ ساٹھ کے عشرے میں ایک ڈالر چھ ترکی لیرے کے برابر تھا ۔ (یاد ہوگا کہ ہمارے ہاں ان دنوں اس کی قیمت چار روپے چھ سات آنے تھی)۔ آج ایک ڈالر کے بدلے سات ہزار لیرے ملتے ہیں ' سرکاری نرخ اور بلیک کے بھاؤ کا یہاں مسئلہ ہی نہیں کہ بہت عرصے سے کرنسی کے تبادلے پر سے کنٹرول ہٹا لیا گیا ہے ۔(ایسی ہی بات یہاں بھی سننے میں آتی ہے کہ عنقریب ہونے والی ہے ' خدا خیر کرے) گویا تیس برسوں میں لیرے کی قدر ہزارویں حصے سے بھی کم رہ گئی ہے جبکہ ہم اپنے ہاں بلیک کا بھاؤ لیں تب بھی روپیہ تاحال چھٹے حصے تک گرا ہے ۔ افراط زر کی شرح وہاں اسی نوے فی صد کے درمیان ہے اور دو فی صد کے لگ بھگ ہر مہینے بڑھنے پر آگئی ہے ۔ میں نے ۱۹۸۸ء میں لندن سے دو تین سال قبل کی چھپی ہوئی دنیا کے مختلف شہروں کی گائیڈ بکس خریدی تھیں استنبول کی گائیڈ بک ساتھ لایا تھا جس میں درج تھا کہ وہاں چھوٹی ٹیکسی کا میٹر ۲۵۰ لیرے سے شروع ہوتا ہے اور اب ہم نے جو ییلو کیب استعمال کی اس کا میٹر ڈاؤن ہوا تو سامنے ۳۵۰۰ لیرے ہمارے اوسان خطا کررہے تھے ۔ میری وہاں کی واحد غیر ضروری خریداری استعمال کے بعد پھینک دینے والا سگریٹ لائٹر تھا جو پانچ ہزار لیرے میں ملا ۔ روزانہ اخبار بھی پانچ ہزار لیرے میں ہی ملتا ہے ۔ انگریزی میں دو چھوٹی چھوٹی باتصویر کتابیں جن میں استنبول کا تعارف کرایا گیا ہے ' ڈیڑھ لاکھ لیرے میں خریدی ہیں

ساری دنیا میں ہوٹلوں کے کاؤنٹر سے غیر ملکی کرنسی بھنانے میں مسافروں کا نقصان ہے جبکہ بنک جائیں تو بہتر نرخ ملتا ہے ۔ یہاں گنگا الٹی بہتی دیکھی ۔ ہوٹل کے کیش کاؤنٹر پر ڈالر کا بھاؤ سات ہزار اٹھاون لیرے دیکھ کر ساتھ ہی موجود ایک بڑے بنک میں گیا اور پچاس ڈالر پیش کئے تو وہاں فی ڈالر چھ ہزار نو سو بیس لیرے ملے ۔ میں نے احتجاج کیا تو خاتون خزانچی نے مسکرا کر جواب دیا" ہمارا ریٹ تو یہی ہے ' ہوٹل والوں کو ڈالروں کی زیادہ ضرورت ہوگی "--- سوچا کہ اپنے ڈالر واپس لے لوں لیکن پھر خیال آیا کہ آس پاس کام کرنے والی سب لڑکیاں ہماری تکرار کی طرف متوجہ ہوگئی ہیں ' ہنسی اڑائیں گی کہ بڑے میاں سات ہزار لیرے کے لئے مرے جارہے ہیں ۔ غیرت مردانہ نے جوش مارا اور لیروں کو گنتا ہوا تعاقب کرتی نگاہوں سے بچتا بچاتا میں باہر نکل آیا ۔ (باقی باقی)

بقیہ سیاست خلافت

مسئلہ حل کر لیا جاتا ہے مثلاً اگر کسی جگہ اقامت نماز جمعہ کا مسئلہ اٹھے کہ وہاں حنفی مسلک کا عالم دین نماز پڑھائے یا مالکی وغیرہ ہم تو خود نماز پڑھنے والوں کی صواب دید پر مسئلہ چھوڑ دیا جاتا ہے ۔ و قس علی ہذا

باقی تمام تفصیلات جو فاضل ڈاکٹر صاحب نے زیر نظر کتابچے میں بیان کی ہیں مورد اطمینان ہیں اور اس کی پر زور تائید کی جاتی ہے ۔ آخر میں صفحہ ۲۸ پر موصوف نے لحہ فکریہ کے عنوان کے ذیل میں جو دعوت الی الحق دی ہے میں اس پر پورے زور سے لبیک کہتا ہوں ۔ ایک جملے کا اضافہ کر رہا ہوں گرچہ چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے کہ یہ پروگرام صرف آراء کی جمع آوری کے بعد طباعت و اشاعت اور تقسیم تک ہی محدود نہ رکھا جائے بلکہ باقاعدہ ایک "دعوت الی الخلافت" کے عنوان سے کتابچہ بنا کر پاکستان کی تمام مذہبی جماعتوں کو بھیجا جائے ۔ ان سے اس طرح تعاون مانگا جائے کہ یا ہماری جدوجہد میں شریک ہوں یا اس مقدس مشن کے لئے ہماری راہنمائی فرمائیں ۔ کتابچے میں ایک مدت کا تعین ہو جس کے گزر جانے کے بعد پھر ہم اکٹھے ہوں ۔ اپنی اپنی جماعت کی ' اس مشن سے متعلق تربیت و پیش رفت کو سامنے رکھیں ' مزید تفصیلات سامنے لائیں تاکہ رفتہ رفتہ یہاں واقعی "خلافت رسول اکرمؐ کے قیام کی راہیں واضح ہوں ۔ اس سلسلے میں رکاوٹوں کا بھی پتہ چل جائیگا اور ہم فکری میدان سے نکل کر عملی فضا میں اپنے اندازوں کو بہتر طور پر ماپ سکیں گے والسلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

بقیہ خطوط آپ کے

بشرطیکہ وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں)۔ مجھے یقین ہے کہ مقرر نے وہ بات نہیں کہی ہوگی جو ان سے منسوب کی گئی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس کے ذمہ داروں کا سختی سے محاسبہ کیا جائے کیونکہ یہ حضرات آیت مبارکہ کی معنوی تحریف کے مرتکب ہوئے ہیں۔

والسلام مع الاکرام
خاکسار محمد عثمان

○

(محترم ڈاکٹر محمد عثمان نے ہماری غلطی پر گرفت کرکے بڑا کرم کیا لیکن اسے ہماری جانب سے قرآن میں تحریف معنوی قرار دینا ذرا زیادتی ہے۔ اس جرم عظیم کے ارادی ارتکاب کا ہم سوچ بھی نہیں سکتے تاہم آئندہ احتیاط ملحوظ رکھی جائے گی۔ غالباً" امیر محترم نے کسی اور آیت کے حوالے سے نتائج کا بیان کیا ہوگا جس کا ذکر رہ گیا۔ ویسے بھی ہمارے رفیق کار قرآن مجید کے درس کی تلخیص نہیں کررہے تھے بلکہ وہ ایک خطبے کی رپورٹ تھی ---- امید ہے کہ محترم مکتوب نگار ہماری کوتاہیوں پر اسی طرح نظر رکھیں گے اور ہمیں بر وقت ٹوکتے رہیں گے --- مدیر)

بقیہ خطاب جمعہ

اور قادیانی بھی تھے۔ وہ ایک قومی جماعت تھی مسلمانوں کی قومی جماعت لیکن خالص سیکولر مزاج کی حامل۔ مذہب کے ساتھ اس کا کوئی سروکار نہیں تھا۔ فعال علماء کی عظیم اکثریت اس کے خلاف تھی اور جو ساتھ تھے وہ اصل میں مشائخ تھے۔ یہ علماء کا طبقہ نہیں مشائخ کا طبقہ تھا۔ کچھ دیوبندی علماء بھی آ گئے تھے لیکن ان کی حیثیت مسلم لیگ میں قائدین کی نہیں بلکہ معاونین کی تھی۔ قائدین تو قائد اعظم تھے' قائد ملت تھے یا مسلم لیگ کے دوسرے بڑے بڑے لوگ' بلکہ اس کے تو مئوسس ہی سر آغا خان تھے۔ بابائے قوم اگر محمد علی جناح تھے تو دادائے قوم سر آغا خان ہوئے۔ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے چانسلر بھی سر آغا خان تھے۔ چنانچہ پہلی بات یہ کہ درحقیقت تحریک مسلم لیگ اور تحریک پاکستان اصلاً' حقیقتاً سیکولر مزاج کی' مسلمانوں کی قومی تحریک تھی۔ البتہ اس نے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کے لئے اسلام کا نعرہ لگایا۔ (جاری ہے)

بقیہ ـــــ دگرگوں ہے جہاں' تاروں کی گردش تیز ہے ساقی

آنچ کی کسر رہ جاتی ہے۔ ہاں' بس ایک آنچ کی کسر ہی اس کی کیمیاگری کو غارت کرنے کو کافی ہوتی ہے جبکہ اپنے یہاں تو اس غارت گری کو ہر مرحلے میں کھل کھیلنے کی اجازت ہے اس لئے کہ قومیت کے شعور اور اجتماعیت کی روایات کو تو ہم نے نمدا بندھوا دیا ہے۔ نفسی نفسی ہے' افراتفری کا عالم ہے۔ سب کو اپنی اور اپنوں کی پڑی ہے اور اپنائیت کا دائرہ دن بدن محدود تر ہوتا جارہا ہے۔

تھک ہار کر سیاست و معاشرت کو تو رو بیٹھے' اب معیشت کو شیشے میں اتارنے کے جتن کئے جارہے ہیں۔ خیال' نہیں یقین ہے کہ روپے پیسے کی ریل پیل ہو تو زندگی کے سب دلدر دور ہوجاتے ہیں کہ زر ہی قاضی الحاجات ہے اور اس کی نظر کرم ہوجائے تو ہمارے بھی دن پھر جائیں گے۔ زرگری کا فن سیکھنے کے لئے مغرب کی طرف دیکھتے ہیں تو اس کی چمک نظر کو خیرہ کردیتی ہے' یہ تو صدی دو صدی کی ریزہ کاری سے پیدا ہوئی ہے۔ چلئے مشرق کی طرف رخ کریں جہاں کی قوموں نے ہمارے ساتھ ہی بلکہ اکثر نے بعد میں سفر شروع کیا تھا لیکن یاران تیزگام نے محمل کو جالیا تو آخر کیسے؟۔ ہم بھی کیوں نہ دین سرمایہ داری اختیار کرلیں' سرمایہ کاری کو آزادی سے چرنے چگنے کی چھوٹ دے دیں' قوم کو بے لگام طلب زر اور بے قید جلب منفعت کی چاٹ کیوں نہ لگادی جائے جو قوائے عمل کو مہمیز کا کام دے گی۔ پھر موٹروے بن جائے تو ہماری گاڑی فراٹے بھرتی نظر آئے گی اور بلٹ ٹرین کا خواب دکھایا جائے تو قومی ترقی کو پر لگ جائیں گے۔ غرض سرابوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جس کے پیچھے دوڑتے ہم ہلکان ہوئے جاتے ہیں لیکن ارباب دانش بھی محو تماشا ہیں' قوم کی کشتی کے ناخداؤں کو سجھاتے نہیں کہ ہمارے معاشرتی ڈھانچے کی چولیں ہل چکی ہیں' اخلاقی قدروں کا تانا بانا بکھر کر الجھ گیا ہے اور ۴۵ برسوں کی بے مقصدیت نے عزم و ہمت کو زنگ آلودہ بھی کردیا ہے۔ یہاں تو اب باتوں سے ہوا باندھنے کا رواج پڑگیا ہے اور کام کے نام پر سانپ سونگھ جاتا ہے جبکہ مشرق بعید کی جن قوموں کی تقلید کا آپ سوچ رہے ہیں انہوں نے لب سی لئے اور بقول قائداعظم کام' کام اور صرف کام کیا تھا' قوم کو دست و بازو آزمانے کا موقع دیا تھا۔ وہاں عذاب باراں کے آفت زدوں سے اس سوال کے جواب میں ہاتھ اٹھوائے نہیں جاتے تھے کہ کون حکمران جماعت کا حامی و مددگار ہے بلکہ ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر آفات ناگہانی کے راستے میں زنجیر حائل کردی جاتی تھی۔ ابنائے وطن سے ترقی کی شکستہ و خاردار راہوں میں سالہاسال پاؤں لہولہان کروانے کے بعد موٹروے کا تحفہ دیا گیا اور سمت کا پوری طرح تعین کرنے کے بعد بلٹ ٹرین چلائی گئی تھی۔ آپ نے کیا یہ مرحلے طے کئے' کیا اپنے رخ کا آخری فیصلہ کرلیا ہے؟۔ نہیں کیا اور ہرگز نہیں کیا تو جان لیجئے' خبردار ہوجایئے کہ آپ کی بلٹ ٹرین کسی خوفناک حادثے سے دوچار ہوکر رہے گی۔

یہ قوم کے ساتھ ایک اور مذاق نہیں بلکہ واقعی سفر کی ٹھانی ہے تو منزل کا تعین کیجئے جو دن کے اجالے میں ہی نہیں رات کے اندھیرے میں بھی صاف نظر آئے جب واپڈا کے سارے گرڈ سٹیشن بھی اڑ گئے ہوں' نشانات راہ قائم کیجئے جنہیں سیلاب بہا کر نہ لے جاسکے' راستے کو اتنا کشادہ رکھئے کہ حوادث کے تودے گر کر رکاوٹ نہ بنیں اور سب سے بڑھ کر قافلے والوں کے دلوں میں عزم و ہمت کی جوت جگایئے جس کے لئے مانگے تانگے کے چراغ کام نہ دیں گے' اس نور ہدایت سے کام لیجئے جسے مخملیں غلافوں میں لپیٹ کر طاق نسیاں پر رکھ دیا گیا ہے۔ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ آپ کے مزاج کی ساخت میں اور ان قوموں کی افتاد طبع کی ترکیب میں بنیادی فرق ہے جن کی طرف دیکھ کر آپ کے منہ میں پانی بھر بھر آتا ہے اور وہ کم از کم پاکستان میں مٹایا نہیں جاسکتا۔ ان کی نقل کرکے آپ حاصل کچھ نہ کرسکیں گے' اپنا رہا سہا بھرم بھی گنوا بیٹھیں گے کیونکہ کوا ہنس کی چال چل کر اپنی بھی بھول جایا کرتا ہے۔ لیکن بہرحال فیصلے کی گھڑی سر پر آن کھڑی ہے' حالات کے تیور کڑے ہیں اور پاکستان کا مسلمان تقدیر کا بہانہ بنا کر عمل سے فارغ نہیں ہوسکے گا۔ اے رہنمایان قوم! وقت نے ہمارا بہت انتظار کرلیا' مزید کی گنجائش قانون فطرت میں شاید نہیں کیونکہ نظر تو یہ آرہا ہے کہ "دگرگوں ہے جہاں' تاروں کی گردش تیز ہے ساقی!" ○○

VICEGERENCY

By Imran Khan

We live in a society
That enjoys muslim majority
But rulers seem to be reluctant
To enforce divine sovereignty

Slaying, looting and molestation
And much more crime in operation
One finds lawlessness always live
With impunity, here the rackets thrive

Nevertheless those who claim to be wise
Voice for democracy as they rise
This is, in fact a blasphemous practice
Oh! there's a Satan in disguise;

The ills are we facing today
Can go forever and decay
Then why should we fall in expediency
We have a panacea in Vicegerency!

(عزیزم عمران خان تحریک خلافت کے معاون اور تنظیم اسلامی کے رفیق ہیں۔ پیشے کے اعتبار سے ایسوشی ایٹ انجینیئر ہیں لیکن ان دنوں انجمن خدام القرآن سندھ کی قرآن اکیڈمی میں ایک سالہ دینی و قرآنی کورس کر رہے ہیں۔ ان کی یہ انگریزی نظم اشاعت کے لئے موصول ہوئی جو انگریزی خواں قارئین کی نذر ہے۔ ہم انگریزی ادب بالخصوص شاعری میں ذرا بھی شدبد نہیں رکھتے لہٰذا اس کے محاسن پر کچھ کہنے کے مجاز نہیں تاہم چیز اچھی لگتی ہے ------ مدیر)

بوسنیا کے بعد کیا "کوسوو" کی باری ہے؟

سرب اور البانوی باشندوں کے مابین پیدا شدہ کشیدگی و نفرت اور اس کے نتیجے میں خوف و ہراس نے کوسوو Kosovo میں بھی حالات کو انتہائی غیر یقینی بنا دیا ہے ۔ مقدونیہ سے کٹ کر الگ ہونے والی جمہوریہ کوسوو جو ہر طرف سے سربیا اور البانیہ کے درمیان گھری ہوئی ہے ' اس وقت بارود کی شکل اختیار کرچکی ہے اور کسی بھی وقت پھٹ کر اس علاقے کو شعلوں کی لپیٹ میں لے سکتی ہے ۔ سرب انتہا پسندوں نے بوسنیا کی طرح یہاں بھی ۱۹۹۰ء سے نسلی صفایا کرنے کی مہم کا آغاز کر رکھا ہے جس کا ہدف نوے ۹۰ فی صد البانوی مسلمان ہیں ۔ حلف وفاداری پر دستخط نہ کرنے کی پاداش میں ایک لاکھ سے زائد لوگوں کو اپنی ملازمتوں سے ہاتھ دھونے پڑے ہیں جن میں وکلاء ڈاکٹر سفارت کار اور اساتذہ سبھی شامل ہیں ۔ ان کی جگہ بڑی سرعت سے بلغراد سے سربوں کو لا کر تعینات کیا جارہا ہے جن میں سے بیشتر غیر تربیت یافتہ افراد ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ چالیس فی صد مقامی آبادی بے روزگار ہوگئی ہے۔

البانوی بچے ان بے نام و مقام سکولوں میں جارہے ہیں جو ملازمت سے فارغ کئے جانے والے اساتذہ نے قائم کئے ہیں اور بچوں کی ولادت میں طبی امداد کے سلسلے میں بھی برطرف ہونے والے البانوی ڈاکٹروں کی طرف رجوع کیا جارہا ہے ۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ سرکاری اسپتالوں میں جنم لینے والے البانوی بچوں کو کوڑے میں پھینک دیا جاتا ہے۔ ایک ڈاکٹر نے بتایا کہ پرسٹینا یونیورسٹی اسپتال میں تین البانوی بچوں کے جبڑے توڑے جانے کا خود اسے علم ہے۔

ان کارروائیوں کے خلاف احتجاج کے طور پر البانیوں نے گذشتہ مئی میں ہونے والے انتخابات کا بائیکاٹ کیا اور اپنی ایک علاقائی حکومت منتخب کر لی جس کے بعد پولیس اسلحہ برآمد کرنے کے بہانے ان کے گھروں کی تلاشی لیتی رہتی ہے اور لوگوں کو بلا جواز پکڑ کر بند کردیا جاتا ہے ۔ بلغراد میں مقیم ایک اعلیٰ سفارت کار کے مطابق یوگو سلاویہ کی پولیس اور فوج حکومت کے خلاف کسی بھی مزاحمت کو کچلنے کے لئے بالکل تیار کھڑی ہے جس کے مقابلے میں ان کی طاقت نہ ہونے کے برابر ہے لہٰذا یہ ایک اور بہت بڑا قتل عام ہوگا۔

سربیائی انتہا پسند پارٹی کے نائب صدر جس نے حالیہ الیکشن میں پرسٹینا سے چالیس فی صد ووٹ حاصل کئے' کا کہنا ہے کہ "ہمیں کسوو کا نسلی اور معاشی تناسب تبدیل کرنا ہے اور ہم کمیونسٹ دور میں ضبط کی گئی سربوں کی املاک بھی انہیں واپس کریں گے"۔ یاد رہے کہ کمیونسٹ دور میں البانوی نسل کے باشندوں کو پوری طرح تحفظ فراہم کیا گیا تھا جس کے سبب بہت سے سربیائی یہاں سے دوسری جگہوں پر منتقل ہوگئے ۔ مگر ۱۹۹۰ء میں سربیا کے صدر سلوبودان ملوسوچ' نے سربوں کی سلامتی کی آڑ میں ہنگامی حالت کا اعلان کر کے یہ تحفظ ختم کردیا ' گذشتہ دہائیوں میں جو سرب یہاں سے چلے گئے تھے انہیں واپس آنے کی ترغیب دی اور البانویوں کو باہر دھکیلنا شروع کردیا ۔ اس الزام کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ "سربوں نے یورپ کو اسلام سے بچانے کے لئے جنگیں کی ہیں اور اب بھی وہ اسلام کو یورپ میں پھیلنے سے روکنے کے لئے یہ اقدام کررہے ہیں"۔

لیکن سب سے اہم مسئلہ اس جنگ کو کوسوو تک محدود رکھنے کا ہے ۔ یہاں سے البانوی مسلمان بھاگ کر پڑوسی ملک البانیہ میں پناہ لینے پر مجبور ہوں گے تو ترکی کی جانب سے مداخلت کا امکان ہوگا جس نے حال ہی میں البانیہ کے ساتھ معاشی اور دفاعی معاہدے کئے ہیں ۔ ترکی کے وزیراعظم "سلمان دیمرل" نے البانیہ کے صدر سلی بریشا کو یقین دہانی کرائی کہ کسوو میں جنگ کی صورت میں ہم آپ کے ساتھ ہوں گے۔ "مزید براں مقدونیہ کی البانوی اقلیت بھی اس ہنگامہ سے الگ نہیں رہ سکے گی جس کے باعث یونان کو بھی اس جنگ میں ملوث ہونا پڑ جائے گا۔ ○○

WEEKLY "NIDA-E-KHILAFAT" LAHORE
36 -K,Model Town Lahore- 54700 Regd:No L. 9184

دنیا ہے تماشائی

سربیا... کروشیا... اور بوسنیا ہرزیگوونیا

اخذ و ترجمہ: سردار اعوان

کاٹ پیٹ کر چھوٹی کی گئی بے ضرر مسلم ریاست یورپ کے لئے "خطرہ" نہیں بنے گی

فرانجو ٹیوڈمین گذشتہ دنوں سابقہ یوگوسلاوین ریاست جمہوریہ کروشیا کے دوبارہ صدر منتخب ہوئے ہیں۔ یوگو سلاوی فوج کے سابقہ جنرل' ستر سالہ ٹیوڈ مین کروشیائی قومیت کے علمبردار ہیں جس کے سبب کمیونسٹ دور میں انہیں دو دفعہ جیل بھی جانا پڑا لیکن گزرتے وقت نے ان کے اس جذبہ میں کوئی کمی نہیں کی۔ دوبارہ منتخب ہونے پر "نیوز ویک" کے "کرن برسلاؤ" اور "جوئیل برانڈ" نے زغرب میں ان سے گفتگو کی جو زیادہ تر بوسنیا کی موجودہ صورت حال سے متعلق تھی۔ ان نکات کا خلاصہ یہاں پیش کیا جارہا ہے:۔

س --- آپ ایک ایسے وقت میں اگلے پانچ سال کے لئے عہدہ صدارت سنبھال رہے ہیں جب آپ کے ملک کا ایک تہائی حصہ سربیا کے قبضہ میں ہے' افراط زر میں پندرہ فیصد ماہوار کی رفتار سے اضافہ ہو رہا ہے اور پڑوسی ملک بوسنیا سے چھ لاکھ سے زائد مہاجرین آپ کے ہاں موجود ہیں۔ ان حالات میں آپ کب اور کیسے اپنے ملکی حالات پر قابو پا سکیں گے؟

○ج ---- یہ خیال درست نہیں کہ ہمارا ایک تہائی ملک سربیا کے قبضہ میں ہے۔ علاقہ کے اعتبار سے یہ کوئی چھبیس فیصد اور کل آبادی کا بارہ فیصد حصہ ہے مگر وہ بھی اقوام متحدہ کی امن فوج کے کنٹرول میں ہے۔ باقی مشکلات یقیناً ہیں لیکن کروشیا کی حکومت اور عوام ان سے مقابلے کے لئے تیار ہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ پہلے ہی انتخابات میں ہم نے کمیونسٹ نظام کو خیرباد کہہ دیا۔

○۔س--- ابھی آپ کے ملک کا خاصا حصہ سربیا کے قبضہ میں ہے' پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے جنگ جیت لی ہے؟

☆ ج --- اس لئے کہ یہ سارا علاقہ سابق یوگوسلاویہ کی سربوں پر مشتمل کمیونسٹ فوج کے قبضہ میں تھا۔ کروشیا میں اس کی تعداد آٹھ ہزار تھی جس کے پاس سینکڑوں ٹینک' توپیں اور ہوائی جہاز تھے۔ اڈریاٹک میں موجود نیوی اس کے علاوہ تھی۔

○۔س--- کروشیا میں جنگ رک گئی ہے مگر بوسنیا میں تیزی آ رہی ہے کیا آپ وہاں بیرونی فوجی مداخلت کے حق میں ہیں؟۔

☆ ج---- جی ہاں! بوسنیا ہرزی گوونیا کو سربیا کی سامراجی حکمت عملی کا سامنا ہے جس کی وہاں کے مسلمان راہنماؤں کو توقع نہیں تھی۔ اس جارحیت کا پہلے بوسنیا کے کیتھولک باشندے نشانہ بنے اور اب مسلمانوں کا صفایا کیا جا رہا ہے جس کے سبب مسلمان راہنماؤں کو پہلے کی طرح مل جل کر رہنے پر آمادہ کرنے میں عالمی اقوام کو دشواری پیش آ رہی ہے۔

○۔س--- آپ اس بربریت کے لئے مسلمان راہنماؤں کو کیسے ذمہ دار قرار دے سکتے ہیں جنہیں طاقت سے کچلا جا رہا ہے؟

☆۔ج--- ۱۹۹۰ء اور اوائل ۱۹۹۱ء میں جب جنگ کو روکنے کی خاطر کروشیا اور سلووینیا کی طرف سے ایک نیم وفاقی یونین کی تجویز پیش کی گئی تھی تو مسلمانوں نے اس کی حمایت نہیں کی تھی۔

○۔س--- اکثر یہ اطلاعات ملتی رہی ہیں کہ آپ کا ۱۹۹۱ء میں سربیا کے صدر سلوبودان ملو سلوچ کے ساتھ بوسنیا ہرزی گووینا کو آپس میں تقسیم کر لینے پر اتفاق ہو گیا تھا۔ ان پر آپ کا تبصرہ کیا ہے؟۔

○☆۔ج---- ملو سوچ سے میری ملاقات ضرور ہوئی تھی مگر جنگ سے قبل میں نے بوسنیا کے صدر علی جا عزت بیگورچ سے بھی بات کی تھی۔ مجھے بطور کروشیا کے صدر اور ایک تاریخ دان کے ناطے یہ اندازہ تھا کہ سربیا کا اصل ہدف بوسنیا ہرزی گووینا کے مسلمان ہیں۔ میں نے ملو سوچ سے بوسنیا کی تقسیم کی نہیں' اس مسئلے کے حل کے لئے بات کی تھی۔ میرے نزدیک سیاسی طور پر اس کے دو ہی حل ہیں' پہلا یہ کہ بوسنیا ہرزی گووینا آزاد ریاست کی حیثیت سے ایک ڈھیلے ڈھالے وفاق کا حصہ ہو لیکن سربیائی بوسنیا کا سرب آبادی والا علاقہ سربیا میں ضم کرنا چاہتے تھے۔ سربیا کی اس جارحانہ پالیسی سے وہاں کے کروٹ باشندوں کا خوف زدہ ہونا قدرتی بات تھی خصوصاً اس صورت میں جبکہ دوسری طرف وہاں ایک مسلم ریاست کے قیام کے اندیشے کو بھی ہوا دی جا رہی تھی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ سرب آبادی والا علاقہ سربیا کو اور کروٹ آبادی والا کروشیا کو دے کر بوسنیا کے وسط میں ایک چھوٹی سی مسلم ریاست قائم ہو جائے۔ اس طرح سرب کروٹ اور مسلمان تینوں مطمئن ہو سکتے ہیں اور یورپ کے وسط میں ایک وسیع تر اسلامی ریاست کے قیام کو بہانہ بھی نہیں بنایا جا سکے گا۔ میری ملو سوچ اور عزت بیگووچ کے ساتھ یہ ساری بات چیت بالکل واضح الفاظ میں تھی جس کا مقصد اس محاذ آرائی اور جنگ کو روکنا تھا جو آج ہم دیکھ رہے ہیں۔

○۔س---- آپ کے خیال میں بیرونی فوجی مداخلت کی کوئی کارگر شکل کیا ہونی چاہئے؟

☆۔ج---- یہاں یہ بات واضح ہو کر سامنے آگئی ہے کہ کسی بحران کی صورت میں یورپ کے پاس اس معاملے سے نپٹنے کا کوئی طریقہ کار موجود نہیں ہے لہٰذا ایسا کوئی طریقہ کار وضع کرنا ضروری ہے۔ اس کے لئے نیٹو (NATO) یا مغربی یورپ کی یونین کو بنیاد بنایا جا سکتا ہے اور میرے خیال میں یہ طریقہ سب سے زیادہ موزوں ہو گا۔ اس کے علاوہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کو بھی مستعدی کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ صرف "امن فوج" بھیج دینا کافی نہیں' بالفصل امن قائم کرانا چاہئے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کسی قسم کی فنی رکاوٹ ہے۔ اصل مسئلہ آپس کے ان اختلافات کا ہے جو فرانس اور برطانیہ کے درمیان اور جرمنی اور اٹلی کے درمیان موجود ہیں۔ اگر یورپ اور امریکہ کے سیاسی مفادات یکساں ہوں تو فوجی حل بھی نکل سکتا ہے۔

○۔س--- یہ جنگ کب تک جاری رہے گی؟

☆۔ج--- کروشیا کی جنگ تو بہت حد تک ختم ہو چکی ہے۔ رہا سوال بوسنیا ہرزی گووینا کا تو یورپ اور امریکہ دونوں ابھی اس المناک نسل کشی کے تماشائی بنے ہوئے ہیں تاہم یہ جنگ زیادہ عرصہ نہیں چلے گی۔ ہر آنے والا دن ایسی خوفناک وحشت و بربریت کا منظر سامنے لاتا ہے جس کا پہلے کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ بہرحال ہمیں توقع کرنا چاہئے کہ اقوام عالم ایسی کوئی صورت نکال لیں گی جس سے سربیا کی جارحیت پر قابو پایا جا سکے اور مسلمان بھی کسی سیاسی حل پر آمادہ ہو جائیں۔○○